سُوْرَةُ التَّوْبَةِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ الْكُفَّارِ وَمِنْ غَضَبِ الْجَبَّارِ اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۵

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَتِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ توبہ مدینہ میں اتری اور اس کی ایک سو انتیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ

ف۱ صاف جواب ہے اللہ کی طرف سے اور اسکے رسول کی ان مشرکوں کو جن سے تمہارا عہد ہوا تھا سو پھر لو اس ملک میں

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝٢ وَاَذَانٌ مِّنَ

چار مہینے اور جان لو کہ تم نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور یہ کہ اللہ رسوا کرنیوالا ہے کافروں کو ف۲ اور سنا دینا ہے اللہ کی طرف

اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ

سے اور اس کے رسول کی لوگوں کو دن بڑے حج کے ف۳ کہ اللہ الگ ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول

فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ

سو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم ہرگز نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور خوشخبری سنا دے کافروں

كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٣ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـــًٔا وَّ

کو عذاب دردناک کی ف۴ مگر جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا پھر انہوں نے کچھ قصور نہ کیا تمہارے ساتھ اور

لَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٤

مدد نہ کی تمہارے مقابلہ میں کسی کی سو ان سے پورا کر دو ان کا عہد ان کے وعدہ تک بیشک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے ف۵

(۱) **سورۂ توبہ اور سورۂ انفال کا تعلق** سورۂ انفال اوائل ہجرت میں اور یہ سورہ براءۃ اواخر ہجرت میں نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ جو آیات قرآنی نازل ہوتیں، فرما دیتے کہ ان کو فلاں سورت میں فلاں موقع پر رکھو۔ ان آیات کے متعلق (جنہیں اب سورہ "توبہ" یا "براءۃ" کہا جاتا ہے) آپ نے کوئی تصریح نہیں فرمائی کہ کس سورت میں درج کی جائیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مستقل سورت ہے کسی دوسری سورت کا جزء نہیں۔ لیکن عام قاعدہ یہ تھا کہ جب نئی سورت نازل ہوتی تو پہلی سورت سے جدا کرنے کے لئے "بسم اللہ" آتی تھی۔ سورۂ توبہ کے شروع میں "بسم اللہ" نہ آئی۔ جو مشعر ہے کہ یہ جداگانہ سورت نہیں۔ ان وجوہ پر نظر کر کے مصاحف عثمانیہ میں اس کے شروع میں "بسم اللہ" نہیں لکھی گئی لیکن کتابت میں اس کے اور انفال کے درمیان فصل کر دیا گیا کہ نہ پوری طرح اس کا استقلال ظاہر ہوا اور نہ دوسری سورت کا جزء ہونا۔ باقی انفال کے بعد متصل رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ انفال نزول میں مقدم ہے بالخاص وجہ کے مؤخر کیوں کی جاتی اور دونوں کے مضامین باہم اس قدر مرتبط و متسق واقع ہوئے ہیں کہ گویا براءۃ کو "انفال" کا تتمہ اور تکملہ کہا جا سکتا ہے۔

سورۂ انفال تمام تر غزوہ بدر اور اُس کے متعلقات پر مشتمل ہے۔ یوم بدر کو قرآن نے "یوم الفرقان" کہا۔ کیونکہ اُس نے حق و باطل، اسلام و کفر اور موحدین و مشرکین کی پوزیشن کو بالکل جُدا جُدا کر کے دکھلا دیا۔ بدر کا معرکہ فی الحقیقت خالص اسلام کی عالمگیر اور طاقتور برادری کی تعمیر کا سنگ بنیاد اور حکومتِ الٰہی کی تاسیس کا دیباچہ تھا۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ کے مقابلہ میں جس خالص اسلامی برادری کے قیام کی طرف "انفال" کے خاتمہ پر اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ کہہ کر توجہ دلائی ہے اس کا صریح اقتضاء ہے کہ اس عالمگیر برادری کا کوئی طاقتور اور زبردست مرکز حسّی طور پر بھی دنیا میں قائم ہو، جو ظاہر ہے کہ جزیرۃ العرب کے سوا نہیں ہو سکتا جس کا صدر مقام مکہ معظمہ ہے۔ "انفال" کے اخیر میں یہ بھی جتلا دیا گیا تھا کہ جو مسلمان مکہ وغیرہ سے ہجرت کر کے نہیں آئے اور کافروں کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں، دارالاسلام کے آزاد مسلمانوں پر اُن کی ولایت و رفاقت کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ہاں حسبِ استطاعت ان کے لئے دینی مدد بہم پہنچانی چاہئے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مرکز اسلام میں موالاۃ و اخوۃ اسلامی کی کڑیوں کو پوری مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کے لئے دو باتوں میں سے ایک ہونی چاہئے یا تمام عرب کے مسلمان ترک وطن کر کے مدینہ آجائیں اور اسلامی برادری میں بے روک ٹوک شامل ہوں اور یا آزاد مسلمان مجاہدانہ قربانیوں سے کفر کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کی سطح ایسی ہموار کر دیں کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ یعنی تقریباً سارا جزیرۃ العرب خالص اسلامی برادری کا ایسا ٹھوس مرکز اور غیر مخلوط مستقر بن جائے، جس کے دامن سے عالمگیر اسلامی برادری کا نہایت محکم اور شاندار مستقبل وابستہ ہو سکے۔ یہ دوسری صورت ہی ایسی تھی جس سے روز روز کے فتنہ و فساد کی بیخ کنی ہو سکتی تھی۔ اور مرکز اسلام کفار کے اندرونی فتنوں سے بالکل پاک و صاف اور آئے دن کی بدعہدیوں اور ستمرانیوں سے پورا مامون و مطمئن ہو کر تمام دنیا کو اپنی عالمگیر برادری میں داخل ہونے کی دعوت دے سکتا تھا۔ اسی اعلیٰ اور پاک مقصد کے لئے مسلمانوں نے ۲ھ ہجری میں پہلا قدم میدان بدر کی طرف اُٹھایا تھا۔ جو آخر کار ۸ھ میں مکہ معظمہ کی فتح عظیم پر منتہی ہوا۔ جو فتنے اشاعت یا حفاظت اسلام کی راہ میں مزاحم ہوتے رہتے تھے۔ فتح مکہ نے اُن کی جڑوں پر تیشہ لگایا۔ لیکن ضرورت تھی کہ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (انفال۔ رکوع ۵) کے امتثال میں اسلامی برادری کے مرکز اور حکومت الٰہیہ کے مستقر (جزیرۃ العرب) کو فتنہ کے جراثیم سے بالکلیہ صاف کر دیا جائے، تاکہ وہاں سے تمام دنیا کو اسلامی دیانت اور حقیقی تہذیب کی دعوت دیتے وقت تقریباً سارا جزیرۃ العرب یکجان و یکزبان ہو اور کوئی اندرونی کمزوری یا خلفشار بیرونی مزاحمتوں کے ساتھ مل کر اس مقدس مشن کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ پس جزیرۃ العرب کو ہر قسم کی کمزوریوں اور فتنوں سے پاک کرنے اور عالمگیر دعوت اسلامی کے بلند ترین مقام پر کھڑا کرنے کے لئے لازم ہوا کہ دعوت اسلام کا مرکز خالص اسلامیت کے رنگ میں رنگین ہو۔ اس کے قلب و جگر سے صدائے حق کے سوا کوئی دوسری آواز نکل کر دنیا کے کانوں میں نہ پہنچے۔ پورا جزیرہ سارے جہان کا معلم اور ہادی بنے اور ایمان و کفر کی کشمکش کا ہمیشہ کے لئے یہاں سے خاتمہ ہو جائے۔ سورۂ براءت کے مضامین کا یہی حاصل ہے۔ چنانچہ چند روز میں خدا کی رحمت اور سچائی کی طاقت سے مرکز اسلام ہر طرح کے وساوس کفر و شرک سے پاک ہو گیا اور سارا عرب متحد ہو کر شخص واحد کی طرح تمام عالم میں نور ہدایت اور عالمگیر اسلامی اُخوت پھیلانے کا کفیل و ضامن بنا۔ فللّٰہ الحمد علٰی ذٰلک الغرض سورۂ انفال میں جس چیز کی ابتداء تھی، سورۂ توبہ (براءۃ) میں اُس کی انتہاء ہے۔ اسی لئے "اوّل با آخر نسبتے دارد" کے موافق "براۃ" کو "انفال" کے ساتھ بطور تکملہ ملحق کر دیا گیا۔ اور بھی مناسبات ہیں جن کو علماء نے تفاسیر میں بیان کیا ہے۔

(۲) **کفار و مشرکین کو چار ماہ کی مہلت** ۶ھ ہجری میں بمقام "حدیبیہ" جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان معاہدہ صلح ہو چکا، تو بنی خزاعہ مسلمانوں کے اور بنی بکر قریش کے حلیف بنے۔ بنی بکر نے معاہدہ کی پرواہ نہ کر کے خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے اسلحہ وغیرہ سے ظالم حملہ آوروں کی مدد کی۔ اس طرح قریش اور اُن کے حلیف دونوں معاہدہ حدیبیہ پر قائم نہ رہے جس کے جواب میں ۸ھ ہجری میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک حملہ کر کے مکہ معظمہ بڑی آسانی سے فتح کر لیا۔ ان قبائل کے سوا دوسرے قبائل عرب سے مسلمانوں کا میعادی یا غیر میعادی معاہدہ تھا۔ جن میں سے بعض اپنے معاہدہ پر قائم رہے۔ بہت سے قبائل وہ تھے جن سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ اس سورۃ کی مختلف آیات مختلف قبائل کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ شروع کی آیات میں غالباً اُن مشرکین کا ذکر ہے جن سے معاہدہ تھا مگر میعادی نہ تھا۔ اُن کو اطلاع کر دی گئی کہ ہم آئندہ معاہدہ رکھنا نہیں چاہتے۔ چار ماہ کی مہلت تم کو دی جاتی ہے کہ اس مدت کے اندر اسلامی برادری میں شامل ہو جاؤ یا وطن چھوڑ کر مرکز ایمان و توحید کو اپنے وجود سے خالی کر دو اور یا جنگی مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ لیکن یہ خوب سمجھ لینا کہ تم خدا کی مشیت کو روک نہیں سکتے۔ اگر اسلام نہ لائے تو وہ تم کو دنیا و آخرت میں رسوا کرنے والا ہے۔ تم اپنی تدبیروں اور حیلہ بازیوں سے اُسے عاجز نہ کر سکو گے۔ باقی جن قبائل سے کوئی معاہدہ ہی نہ تھا، ممکن ہے اُنہیں بھی چار ماہ کی مہلت دی گئی ہو۔ یہ اور اس کے بعد کی آیتوں کا اعلان عام سنہ ۹ ہجری میں حج کے موقع پر تمام قبائل عرب کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا۔

(۳) "حج" کو اکبر اس لئے کہا کہ "عمرہ" حج اصغر ہے اور يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ سے دسویں تاریخ "عید الاضحیٰ" کا دن، یا نویں تاریخ "عرفہ" کا دن مراد ہے۔

(۴) **عہد شکن قبائل کیلئے کھلا اعلان** یہ اعلان غالباً اُن قبائل کے حق میں تھا۔ جنہوں نے میعادی معاہدہ کیا پھر خود ہی عہد شکنی کی (مثلاً بنی بکر یا قریش وغیرہم) یعنی ایسے لوگوں سے کوئی معاہدہ اب باقی نہیں رہا۔ اگر یہ سب لوگ شرک و کفر سے توبہ کر لیں تو ان کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی۔ نہیں تو خدا کا جو کچھ ارادہ ہے (تطہیر جزیرۃ العرب کا) وہ پورا ہو کر رہیگا۔ کوئی طاقت اور تدبیر اُسے مغلوب نہیں کر سکتی اور کافروں کو کفر و بدعہدی کی سزا مل کر رہے گی (تنبیہ) ان قبائل کی عہد شکنی اگرچہ فتح مکہ سنہ ۸ ہجری سے پہلے ہو چکی تھی، بلکہ اُسی کے جواب میں مکہ فتح کیا گیا۔ تاہم سنہ ۹ ہجری کے حج کے موقع پر اس کا بھی اعلان عام کرایا گیا تاکہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کے جتنے لوگ ہیں اُن سے کسی قسم کا معاہدہ باقی نہیں رہا۔

(۵) یہ استثناء اُن قبائل کے لئے ہے جن کا معاہدہ میعادی تھا، پھر وہ اُس پر برابر قائم رہے کچھ کوتاہی ایفائے عہد میں نہیں کی، نہ بذات خود کوئی کارروائی خلاف عہد کی اور نہ دوسرے بدعہدوں کو مدد پہنچائی (مثلاً بنی ضمرہ و بنی مدلج) ان کے متعلق اعلان کر دیا گیا کہ میعاد معاہدہ منقضی ہونے تک مسلمان بھی برابر معاہدہ کا احترام کریں گے۔ میعاد ختم ہونے کے بعد کوئی جدید معاہدہ نہیں۔ اس وقت اُن کے لئے بھی وہ ہی راستہ ہے جو اوروں کے لئے تھا۔

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ

پھر جب گذر جائیں مہینے پناہ کے تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو

وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ

اور بیٹھو ہر جگہ اُن کی تاک میں پھر اگر وہ توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز اور دیا کریں زکوٰۃ تو چھوڑ دو اُن کا رستہ

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑤ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ

بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۱ اور اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اُس کو پناہ دیدے یہاں تک کہ وہ سُن لے کلام

اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ⑥ ع

اللہ کا پھر پہنچا دے اُسکو اُسکی امن کی جگہ یہ اس واسطے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے ف۲

(۶) **مہلت کے بعد کفار کے قتل کا حکم** استثناء سے فارغ ہو کر پھر مستثنیٰ منہ کا حکم بیان فرماتے ہیں۔ یعنی ان عہد شکنی کرنیوالوں سے اگرچہ اب کوئی معاہدہ باقی نہ رہا اور اس لئے علی الفور جنگ کی جاسکتی ہے تاہم "اشہر حُرم" کی رعایت مانع ہے کہ فوراً اُن پر حملہ کیا جائے خواہ اس لئے کہ اس وقت تک اشہر حُرم میں ابتداءً قتال کرنا ممنوع ہوگا یا مصلحۃً کہ تھوڑی سی بات کے لئے عام لوگوں میں کیوں تشویش پیدا کی جائے کیونکہ ان مہینوں میں قتال کی حُرمت اُن کے یہاں معروف و مسلّم چلی آتی تھی۔ بہرحال ماہ محرم کے ختم تک اُن کو مہلت دی گئی کہ جو چاہیں اپنا بندوبست کرلیں۔ اُس کے بعد تطہیر جزیرۃ العرب کی خاطر جنگ سے چارہ نہیں۔ جو کچھ برتاؤ جنگ میں ہوتا ہے (مارنا، پکڑنا، گھیرنا، داؤ لگانا، گھات میں رہنا) وہ سب ہوگا، البتہ اگر بظاہر کفر سے توبہ کرکے اسلامی برادری میں داخل ہو جائیں جس کی بڑی علامت نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے تو پھر مسلمانوں کو اُن سے تعرض کرنے اور اُن کا راستہ روکنے کی اجازت نہیں۔ رہا باطن کا معاملہ وہ خدا کے سپرد ہے مسلمانوں کا معاملہ اُس کے ظاہر کو دیکھ کر ہوگا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کلمۂ اسلام پڑھ کر نماز ادا نہ کرے یا زکوٰۃ نہ دے تو مسلمان اُس کا راستہ روک سکتے ہیں۔ امام احمدؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ کے نزدیک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ تارک صلوٰۃ اگر توبہ نہ کرے تو اُسے قتل کردے۔ (امام احمدؒ کے نزدیک ردۃً اور مالکؒ و شافعیؒ کے نزدیک حدًّا و تعزیرًا) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اُسے خوب زدوکوب کرے اور قید میں رکھے حتٰی یموت اویتوب (حتٰی کہ مرجائے یا توبہ کرے) بہرحال تخلیہ سبیل کسی کے نزدیک نہیں۔ رہے مانعین زکوٰۃ اُن کے اموال میں سے حکومت جبرًا زکوٰۃ وصول کرے اور اگر وہ لوگ مل کر حکومت سے آمادہ پیکار ہوں تو راہ راست پر لانے کے لئے جنگ کی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعینِ زکوٰۃ پر جو جہاد کیا تھا اُس کا واقعہ کتب حدیث و تاریخ میں مشہور و معروف ہے۔

(۷) **کفار کو پناہ دینے کا حکم** پہلے فرمایا تھا کہ اگر اپنی کفریات سے توبہ کرکے اسلام میں داخل ہو جائیں تو مامون ہیں۔ ممکن تھا کہ کسی شخص کو اصول اسلام سے آگاہی نہ ہو، وہ تحقیق و رفع شکوک کی غرض سے مسلمانوں کے پاس آنا چاہے، اُس کی نسبت فرمادیا کہ اپنی پناہ اور حفاظت میں لے کر خدا کا کلام اور اسلام کے حقائق و دلائل سُناؤ۔ اگر قبول نہ کرے تو اُس کو قتل مت کرو، بلکہ کہیں ٹھکانے پر امن کی جگہ پہنچادو، جہاں پہنچ کر وہ مامون و مطمئن ہو جائے۔ اُس کے بعد وہ سب کافروں کے برابر ہے۔ یہ امن دینے کا حکم اس لئے ہے کہ اسلامی اصول حقائق سے اِن لوگوں کو آگاہی نہیں ہے۔ لہٰذا اُن کے سامنے حق خوب طرح واضح کردینا چاہئے۔ اگر اس کے بعد بھی عناد برتے تو "تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ" کے بعد دین میں کوئی اکراہ نہیں۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ

کیونکر ہووے مشرکوں کے لئے عہد اللہ کے نزدیک اور اُسکے رسول کے نزدیک مگر جن لوگوں سے تم نے عہد کیا تھا مسجد حرام کے

الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَيْفَ وَاِنْ

پاس سو جب تک وہ تم سے سیدھے رہیں تم اُن سے سیدھے رہو بیشک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے کیونکر رہے صلح اور اگر

يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ

وہ تم پر قابو پائیں تو نہ لحاظ کریں تمہاری قرابت کا اور نہ عہد کا تم کو راضی کردیتے ہیں اپنے منہ کی بات سے اور اُنکے دل نہیں مانتے

وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ

اور اکثر اُن میں بدعہد ہیں ف۸ بیچ ڈالے انہوں نے اللہ کے حکم تھوڑی قیمت پر پھر روکا اُس کے رستہ سے بُرے کام ہیں

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾

جو وہ لوگ کر رہے ہیں ف۹ نہیں لحاظ کرتے کسی مسلمان کے حق میں قرابت کا اور نہ عہد کا اور وہی ہیں زیادتی پر ف۱۰

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

سو اگر توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز اور دیتے رہیں زکوٰۃ تو تمہارے بھائی ہیں حکم شریعت میں ف۱۱ اور ہم کھول کر بیان کرتے ہیں حکموں کو جاننے والوں

يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ

لوگوں کے واسطے اور اگر وہ توڑ دیں اپنی قسمیں عہد کرنے کے بعد اور عیب لگائیں تمہارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں

الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَ

سے بیشک اُن کی قسمیں کچھ نہیں تاکہ وہ باز آئیں ف۱۲ کیا نہیں لڑتے ایسے لوگوں سے جو توڑیں اپنی قسمیں اور

هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ

فکر میں رہیں کہ رسول کو نکال دیں اور انہوں نے پہلے چھیڑ کی تم سے کیا اُن سے ڈرتے ہو سو اللہ کا ڈر چاہئے تم کو زیادہ

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ

اگر تم ایمان رکھتے ہو ف۱۳ لڑو اُن سے تا عذاب دے اللہ اُن کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے اور تم کو اُن پر غالب کرے

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

اور ٹھنڈے کرے دل مسلمان لوگوں کے

(۸) **بدعہدوں کا معاملہ** پچھلی آیات میں جو براءۃ کا اعلان کیا گیا تھا، یہاں اُس کی حکمت بیان فرماتے ہیں۔ یعنی ان مشرکین عرب سے کیا عہد قائم رہ سکتا ہے اور آئندہ کیا صلح ہو سکتی ہے جن کا حال تم مسلمانوں کے ساتھ یہ ہے کہ اگر کسی وقت ذرا قابو تم پر حاصل کر لیں تو ستانے اور نقصان پہنچانے میں نہ قرابت کا مطلق لحاظ کریں اور نہ قول و قرار کا۔ چونکہ اتفاق سے تم پر غلبہ اور قابو حاصل نہیں ہے اس لئے محض زبانی عہد و پیمان کر کے تم کو خوش رکھنا چاہتے ہیں، ورنہ ان کے دل ایک منٹ کے لئے بھی اس عہد پر راضی نہیں۔ ہر وقت عہد شکنی کا موقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ ان میں اکثر لوگ غدار اور بدعہد ہیں اگر کوئی اِکا دُکا وفائے عہد کا خیال بھی کرتا ہے تو کثرت کے مقابلہ میں اُس کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ بہرحال ایسی دغاباز بدعہد قوم سے خدا اور رسول کا کیا عہد ہو سکتا ہے۔ البتہ جن قبائل سے تم بالخصوص مسجد حرام کے پاس معاہدہ کر چکے ہو، سو تم ابتداء کر کے نہ توڑو۔ جب تک وہ وفاداری کے راستہ پر سیدھے چلیں تم بھی اُن سے سیدھے رہو اور بڑی احتیاط رکھو کہ کوئی حقیر سے حقیر بات ایسی نہ ہونے پائے جس سے تمہارا دامن عہد شکنی کی گندگی سے داغدار ہو۔ خدا کو وہ ہی لوگ محبوب ہیں جو پوری احتیاط کرتے ہیں۔ چنانچہ بنو کنانہ وغیرہ نے مسلمانوں سے بدعہدی نہ کی تھی۔ مسلمانوں نے نہایت دیانتداری اور احتیاط کے ساتھ اپنا عہد پورا کیا۔ اعلان براءۃ کے وقت اُن کے معاہدہ کی میعاد منقضی ہونے میں نو مہینے باقی تھے۔ اُن میں معاہدہ کی کامل پابندی کی گئی۔

(۹) یعنی یہ مشرکین وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی تھوڑی سی طمع اور اپنی اغراض و اہواء کی خاطر خدا کے احکام و آیات کو رد کر دیا۔ اس طرح خود بھی خدا کے رستہ پر نہ چلے اور دوسروں کو بھی چلنے سے روکا۔ جو ایسے بدترین اور نالائق کاموں میں پھنسے ہوں اور خدا سے نہ ڈریں وہ عہد شکنی کے وبال سے کیا ڈریں گے اور اپنے قول و قرار پر کیا قائم رہیں گے۔

(۱۰) یعنی کچھ تمہارے ہی ساتھ نہیں بلکہ مسلمان نام سے ان کو بیر ہے۔ کوئی مسلمان ہو، موقع پانے پر اُس کو نقصان پہنچانے کے لئے سب تعلقات قرابت اور قول و قرار اُٹھا کر رکھ دیتے ہیں۔ اس بارہ میں اُن کی ظلم و زیادتی حد سے بڑھی ہوئی ہے۔

(۱۱) **کفّار اگر توبہ کرلیں تو تمہارے بھائی ہیں** یعنی اب بھی اگر کفر سے توبہ کرکے احکام دینیہ (نماز زکوٰۃ وغیرہ) پر عمل پیرا ہوں تو نہ صرف یہ کہ آئندہ کے لئے محفوظ و مامون ہو جائیں گے بلکہ اسلامی برادری میں شامل ہو کر اُن حقوق کے مستحق ہونگے جن کے دوسرے مسلمان مستحق ہیں۔ جو کچھ بدعہدیاں اور شرارتیں پہلے کر چکے ہیں سب معاف کر دیجائیں گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "یہ جو فرمایا کہ بھائی ہیں حکم شریعت میں۔ اس سے سمجھ لیں کہ جو شخص قرائن سے معلوم ہو کہ ظاہر میں مسلمان ہے اور دل سے یقین نہیں رکھتا، اُس کو حکم ظاہری میں مسلمان گنیں، مگر معتمد اور دوست نہ بنائیں۔

(۱۲) **بدعہد کفّار سے قتال** یعنی اگر عہد و پیمان توڑ ڈالا (جیسے بنی بکر نے خلاف عہد خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے حملہ آوروں کی مدد کی) اور کفر سے باز نہ آئے بلکہ دین حق کے متعلق طعنہ زنی اور گستاخانہ عیب جوئی کرتے رہے تو سمجھ لو کہ اس طرح کے لوگ "ائمۃ الکفر" (کفر کے سردار اور امام) ہیں۔ کیونکہ اُن کی حرکات دیکھ کر اور باتیں سُن کر بہت سے کجرو اور بیوقوف پیچھے ہو لیتے ہیں۔ ایسے سرغنوں سے پورا مقابلہ کرو۔ کیونکہ اُن کا کوئی قول و قسم اور عہد و پیمان باقی نہیں رہا۔ ممکن ہے تمہارے ہاتھوں سے کچھ سزا پاکر اپنی شرارت و سرکشی سے باز آجائیں۔

(۱۳) قریش نے قسمیں اور معاہدے توڑ دیے تھے، کیونکہ خلاف عہد خزاعہ کے مقابلہ میں بنو بکر کی مدد کی اور ہجرت سے پہلے پیغمبر علیہ السلام کو وطن مقدس (مکہ معظمہ) سے نکالنے کی تجاویز سوچیں۔ اور وہ ہی نکلنے کا سبب بنے اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین الآیۃ مکہ میں بے قصور مسلمانوں پر بیٹھے بٹھائے مظالم کی ابتداء کی۔ جب ابوسفیان کا تجارتی قافلہ بچ نکلا تو ازراہ نخوت و رعونت بدر کے میدان میں مسلمانوں سے جنگ کی چھیڑ کرنے کے لئے گئے اور "صلح حدیبیہ" کے بعد بھی اپنی جانب سے عہد شکنی کی ابتداء کی کہ مسلمانوں کے حلیف خزاعہ کے مقابلہ پر بنو بکر کی پیٹھ ٹھونکتے رہے اور اسلحہ وغیرہ سے اُن کی امداد کرتے رہے۔ آخر کار مسلمان اُن سے لڑے اور مکہ معظمہ کو مشرکین کے قبضہ سے پاک کیا الا تقاتلون قوما الخ سے غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو کوئی قوم اس طرح کے احوال رکھتی ہو، اس سے جنگ کرنے میں مسلمانوں کو کسی وقت کچھ تامل نہیں ہونا چاہئے۔ اگر اُن کی طاقت و جمعیت اور ساز و سامان کا خوف ہو تو مومنین کو سب سے بڑھ کر خدا کا خوف ہونا چاہئے۔ خدا کا ڈر جب دل میں آجائے پھر سب ڈر نکل جاتے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ خدا کی نافرمانی سے ڈرے اور اُس کے قہر و غضب سے لرزاں و ترساں رہے۔ کیونکہ نفع و ضرر سب اُسی کے ہاتھ میں ہے کوئی مخلوق ادنیٰ سے ادنیٰ نفع و ضرر پہنچانے پر بدون اُس کی مشیت کے قادر نہیں۔

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٥﴾ أَمْ

اور نکالے اُن کے دل کی جلن اور اللہ توبہ نصیب کریگا جس کو چاہے گا ف۱۴ اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۱۵ کیا تم

حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ

یہ گمان کرتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے اور حالانکہ ابھی معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے اُن لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا ہے اور نہیں پکڑا اُنہوں نے سوا اللہ کے

وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ

اور اُسکے رسول کے اور مسلمانوں کے کسی کو بھیدی اور اللہ کو خبر ہے جو تم کر رہے ہو ف۱۶ مشرکوں کا کام نہیں

أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ

کہ آباد کریں اللہ کی مسجدیں اور تسلیم کر رہے ہوں اپنے اُوپر کفر کو وہ لوگ خراب گئے اُن کے عمل اور آگ میں

هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ

رہیں گے وہ ہمیشہ وہی آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور قائم کیا نماز کو اور

اٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ اَجَعَلْتُمْ

دیتا رہا زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوائے اللہ کے کسی سے سو امیدوار ہیں وہ لوگ کہ ہوویں ہدایت والوں میں ف۱۷ کیا تم نے کر دیا

سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ

حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا بسانا برابر اُس کے جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور لڑا اللہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ

کی راہ میں یہ برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ رستہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ف۱۸ جو ایمان

اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ

لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے اُن کے لئے بڑا درجہ ہے اللہ کے

اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾

ہاں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں

(۱۴) **مشروعیت جہاد کی حکمت** اس آیہ میں مشروعیت "جہاد" کی اصلی حکمت پر متنبہ فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں اقوام ماضیہ کے جو قصے بیان فرمائے ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم کفر و شرارت اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب و عداوت میں حد سے بڑھ جاتی تھی تو قدرت کی طرف سے کوئی تباہ کن آسمانی عذاب اُن پر نازل کیا جاتا تھا جس سے اُن کے سارے مظالم اور کفریات کا دفعۃً خاتمہ ہو جاتا تھا۔ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (عنکبوت رکوع ۴) کوئی شبہ نہیں کہ عذاب کی یہ اقسام بہت سخت مہلک اور آئندہ نسلوں کے لئے عبرتناک تھیں۔ لیکن ان صورتوں میں معذبین کو دنیا میں رہ کر اپنی ذلت و رسوائی کا نظارہ نہیں کرنا پڑتا تھا اور نہ آئندہ کے لئے توبہ و رجوع کا کوئی امکان باقی رہتا تھا۔ مشروعیت جہاد کی اصلی غرض و غایت یہ ہے کہ مکذبین و متعنتین کو حق تعالیٰ بجائے بلاواسطہ عذاب دینے کے اپنے مخلص و وفادار بندوں کے ہاتھ سے سزا دلوائے۔ سزادہی کی اس صورت میں مجرمین کی رسوائی اور مخلصین کی قدر افزائی زیادہ ہے۔ وفادار بندوں کا نصرت و غلبہ علانیہ ظاہر ہوتا ہے۔ اُن کے دل یہ دیکھ کر ٹھنڈے ہوتے ہیں کہ جو لوگ کل تک انہیں حقیر و ناتواں سمجھ کر ظلم و ستم اور استہزاء و تمسخر کا تختۂ مشق بنائے ہوئے تھے، آج خدا کی تائید و رحمت سے اُنہی کے رحم و کرم یا عدل و انصاف پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ کفر و باطل کی شوکت و نمائش کو دیکھ کر جو اہل حق گھٹتے رہتے تھے یا جو ضعیف و مظلوم مسلمان کفار کے مظالم کا انتقام نہ لے سکنے کی وجہ سے دل ہی دل میں غیظ کھا کر چپ ہو رہتے تھے جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سے اُن کے قلوب تسکین پاتے تھے اور آخری بات یہ ہے کہ خود مجرمین کے حق میں بھی سزادہی کا یہ طریقہ نسبۃً زیادہ نافع ہے کیونکہ سزا پانے کے بعد

بھی رجوع و توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ حالات سے عبرت حاصل کر کے بہت سے مجرموں کو توبہ نصیب ہو جائے چنانچہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے دنوں میں سارا عرب صدق دل سے دین الٰہی کا حلقہ بگوش بن گیا۔

(۱۵) یعنی ہر ایک کی حالت کو جان کر حکمت کا معاملہ کرتا ہے اور ہر زمانہ میں اُس کے مناسب احکام بھیجتا ہے۔

(۱۶) **جہاد کی ایک اور حکمت** مشروعیت جہاد کی یہاں ایک اور حکمت بیان فرمائی۔ یعنی ایمان اور بندگی کے زبانی دعوے کرنیوالے تو بہت ہیں لیکن امتحان کی کسوٹی پر جب تک کسا نہ جائے کھرا اور کھوٹا ظاہر نہیں ہوتا۔ جہاد کے ذریعہ سے خدا دیکھنا چاہتا ہے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اس کی راہ میں جان و مال نثار کرنے کو تیار ہیں اور خدا اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا رازدار یا خصوصی دوست بنانا نہیں چاہتے، خواہ وہ اُن کا کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ یہ معیار ہے جس پر مومنین کا ایمان پرکھا جاتا ہے۔ جب تک عملی جہاد نہ ہو صرف زبانی جمع خرچ سے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر عمل بھی جو کچھ کیا جائے اُس کی خبر خدا کو ہے کہ صدق و اخلاص سے کیا یا نمود و ریاء سے جیسا عمل ہوگا اُدھر سے اُسی کے موافق پھل ملیگا۔

(۱۷) **مساجد کی آبادی کا مفہوم** پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان بدون امتحان کے یونہی نہیں چھوڑے جا سکتے، بلکہ بڑے بڑے عزائم اعمال (مثلاً جہاد وغیرہ) میں اُن کی ثابت قدمی دیکھی جائے گی اور یہ کہ تمام دنیا کے تعلقات پر کس طرح خدا اور رسول کی جانب کو ترجیح دیتے ہیں اس رکوع میں یہ بتلایا کہ خدا کی مساجد (عبادت گاہیں) حقیقۃً ایسے ہی اولوالعزم مسلمانوں کے دم سے آباد رہ سکتی ہیں۔ مساجد کی حقیقی آبادی یہ ہے کہ اُن میں خدائے واحد کی عبادت اُس کی شان کے لائق ہو۔ "ذکر اللہ" کرنے والے کثرت سے موجود ہوں جو بے روک ٹوک خدا کو یاد کریں۔ لغویات و خرافات سے اُن پاک مقامات کو محفوظ رکھا جائے۔ یہ مقصد کفار و مشرکین سے کب حاصل ہو سکتا ہے؟ دیکھیے مشرکین مکہ بڑے فخر سے اپنے کو "مسجد حرام" کا متولی اور خادم کہتے تھے۔ مگر اُن کی بڑی خدمت گذاری یہ تھی کہ پتھر کی سینکڑوں مورتیاں کعبہ میں رکھ چھوڑی تھیں اُن ہی کی نذر و نیاز کرتے اور منتیں مانتے تھے۔ بہت سے لوگ ننگے طواف کرتے تھے، ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اور خدائے واحد کے سچے پرستاروں کو وہاں تک پہنچنے کی اجازت نہ دیتے تھے لے دے کر اُن کی بڑی عبادت یہ تھی کہ حاجیوں کے لئے پانی کی سبیل لگا دی یا حرم شریف میں چراغ جلا دیا۔ یا کعبہ پر غلاف چڑھا دیا، یا کبھی ضرورت ہوئی تو شکست و ریخت کی مرمت کرا دی مگر یہ اعمال محض بے جان اور بے روح تھے۔ کیونکہ مشرک کو جب خدا کی صحیح معرفت حاصل نہیں تو کسی عمل میں اس کا قبلہ توجہ اور مرکز اخلاص خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات منبع الکمالات نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے کافر کا کوئی عمل خدا کے نزدیک زندہ اور معتد بہ عمل نہیں ہے (اسی کو حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ سے تعبیر فرمایا) الغرض کفار و مشرکین جو اپنے حال و قال سے اپنے کفر و شرک پر ہر وقت شہادت دیتے رہتے ہیں، اس لائق نہیں کہ اُن سے مساجد اللہ خصوصاً مسجد حرام کی حقیقی تعمیر (آبادی) ہو سکے یہ کام صرف اُن لوگوں کا ہے جو دل سے خدائے واحد اور آخری دن پر ایمان لا چکے ہیں، جوارح سے نمازوں کی اقامت میں مشغول رہتے ہیں، اموال میں سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اسی لئے مساجد کی صیانت و تطہیر کی خاطر جہاد کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ایسے مومنین جو دل زبان ہاتھ پاؤں، مال و دولت، ہر چیز سے خدا کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ اُن کا فرض منصبی ہے کہ مساجد کو آباد رکھیں اور تعمیر مساجد کے جھوٹے دعوے رکھنے والے مشرکین کو خواہ اہل قرابت ہی کیوں نہ ہوں وہاں سے نکال باہر کریں کیونکہ اُن کے وجود سے مساجد اللہ کی آبادی نہیں بربادی ہے۔

(۱۸) **سب سے افضل عمل ایمان باللہ اور جہاد ہے** مشرکین مکہ کو اس پر بڑا فخر و ناز تھا کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے، اُنہیں پانی پلاتے، کھانا کپڑا دیتے اور مسجد حرام کی مرمت یا کسوۂ کعبہ یا تیل بتی وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ اگر مسلمان اپنے جہاد و ہجرت وغیرہ پر

نازاں ہیں تو ہمارے پاس عبادات کا یہ ذخیرہ موجود ہے۔ ایک زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں اسی طرح کی بحث کی تھی، بلکہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ چند مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے، کوئی کہتا تھا کہ میرے نزدیک اسلام لانے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے سے زیادہ کوئی عبادت نہیں۔ دوسرے نے کہا میرے خیال میں اسلام کے بعد بہترین عمل مسجد حرام کی خدمت ہے (مثلاً جھاڑو دینا یا روشنی وغیرہ کرنا) تیسرا بولا کہ جہاد فی سبیل اللہ تمام عبادات و اعمال سے افضل و اشرف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا کہ تم "جمعہ" کے وقت منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر اس طرح بحثیں کر رہے ہو۔ ذرا صبر کرو۔ جب حضور جمعہ سے فارغ ہو جائیں گے آپ سے یہ چیز دریافت کر لی جائیگی۔ چنانچہ جمعہ کے بعد حضور سے سوال کیا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَآجِّ وَعِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الخ یعنی حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کا ظاہری طور پر بسانا ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں سے کسی ایک کی برابری بھی نہیں ہو سکتا (افضل ہونا تو کجا؟) یہاں جہاد کے ساتھ ایمان باللہ کا ذکر یا تو اس لئے کیا کہ مشرکین کے فخر و غرور کا جواب بھی ہو جائے کہ تمام عبادات کی روح ایمان باللہ ہے، اس روح کے بدون پانی پلانا یا مسجد حرام کی خدمت کرنا محض مردہ عمل ہے تو یہ بے جان اور مردہ عمل ایک زندہ جاوید عمل کی برابری کیسے کر سکتا ہے۔ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ (فاطر رکوع ۳) اور اگر صرف مومنین کے اعمال کا باہمی موازنہ کرنا ہے تو ایمان باللہ کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کی تمہید کے طور پر ہوگا۔ اصل مقصود جہاد وغیرہ عزائم اعمال کی افضلیت کو بیان فرمانا ہے۔ ایمان کے ذکر سے تنبیہ فرما دی کہ جہاد فی سبیل اللہ ہو یا کوئی عمل ایمان کے بغیر ہیچ اور لاشے محض ہے۔ ان عزائم اعمال (جہاد، ہجرت، وغیرہ) کا تقوم بھی ایمان باللہ سے ہوتا ہے اور اس نکتہ کو وہ ہی لوگ سمجھتے ہیں جو فہم سلیم رکھتے ہوں۔ ظالمین (بے موقع کام کرنے والوں) کی ان حقائق تک رسائی نہیں ہوتی۔

یُبَشِّرُہُمْ رَبُّہُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّہُمْ فِیْہَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِیْنَ

خوشخبری دیتا ہے انکو پروردگار انکا اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی کہ جن میں اُن کو آرام ہے ہمیشہ کا رہا کریں

فِیْہَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۲﴾ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَکُمْ وَ

ان میں مدام بیشک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے ف۱۹ اے ایمان والو مت پکڑو اپنے باپوں کو اور

اِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّہُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ

بھائیوں کو رفیق اگر وہ عزیز رکھیں کفر کو ایمان سے اور جو تم میں اُن کی رفاقت کرے سو وہی لوگ ہیں

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَ

گنہگار ف۲۰ تو کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور

اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْہَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَہَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَہَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ

مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جسکے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے

وَرَسُوْلِہٖ وَجِہَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۴﴾ ع

اور اسکے رسول سے اور لڑنے سے اُس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ رستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو ف۲۱

(۱۹) ایمان جہاد اور ہجرت کے انعامات | یعنی اُس کے یہاں ثواب اور درجات کی کیا کمی ہے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائے

پہلی آیت میں تین چیزوں کا ذکر تھا۔ ایمان، جہاد، ہجرت، ان تین پر بشارت بھی تین چیزوں کی دی۔ رحمت، رضوان، خلود فی الجنۃ۔ ابو حیان نے لکھا ہے کہ "رحمت" ایمان پر مرتب ہے۔ ایمان نہ ہو تو آخرت میں خدا کی رحمت و مہربانی سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ اور "رضوان" (جو بہت ہی اعلیٰ مقام ہے) جہاد فی سبیل اللہ کا صلہ ہے۔ مجاہد فی سبیل اللہ تمام نفسانی حظوظ و تعلقات ترک کر کے خدا کی رستہ میں جان و مال نثار کرتا اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انتہائی قربانی پیش کرتا ہے۔ لہٰذا اس کا صلہ بھی انتہائی ہونا چاہئے اور وہ حق تعالیٰ شانہ کی رضاء کا مقام ہے۔ باقی "ہجرت" وہ خدا کے لئے وطن مالوف اور گھر بار چھوڑنے کا نام ہے۔ اس لئے مہاجر کو خوشخبری دی گئی کہ تیرے وطن سے بہتر وطن اور تیرے گھر سے بہتر گھر تجھ کو ملیگا۔ جس میں ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی آسایش و راحت سے رہنا ہوگا جس سے ہجرت کرنے کی کبھی نوبت نہ آئے گی۔

(۲۰) پچھلی آیات میں بتلایا تھا کہ جہاد و ہجرت اعظم و افضل ترین اعمال ہیں۔ بسا اوقات ان دونوں اعمال میں خویش و اقارب، کنبہ اور برادری کے تعلقات خلل انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ جن لوگوں کو ایمان سے زیادہ کفر عزیز ہے۔ ایک مومن انہیں کیسے عزیز رکھ سکتا ہے۔ مسلمان کی شان نہیں کہ اُن سے رفاقت اور دوستی کا دم بھرے حتیٰ کہ یہ تعلقات اس کو جہاد و ہجرت سے مانع ہو جائیں ایسا کرنے والے گنہگار بن کر اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

(۲۱) **جہاد کی اہمیت اور ضرورت** یعنی اگر خدا اور رسول کے احکام کا امتثال اور ہجرت یا جہاد کرنے سے یہ خیال مانع ہو کہ کنبہ برادری چھوٹ جائیگی اموال تلف ہو نگے، تجارت مندی پڑ جائے گی یا بند ہو جائے گی۔ آرام کے مکانوں سے نکل کر بے آرام ہونا پڑیگا، تو پھر خدا کی طرف سے حکم سزا کا انتظار کرو۔ جو اس تن آسانی اور دنیا طلبی پر آنے والا ہے۔ جو لوگ مشرکین کی موالات یا دنیوی خواہشات میں پھنس کر احکام الٰہیہ کی تعمیل نہ کریں اُن کو حقیقی کامیابی کا راستہ نہیں مل سکتا۔ حدیث میں ہے جب تم بیلوں کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور "جہاد" چھوڑ بیٹھو گے تو خدا تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا جس سے کبھی نکل نہ سکو گے یہاں تک کہ پھر اپنے دین (جہاد فی سبیل اللہ) کی طرف واپس آؤ۔

لَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىۡ مَوَاطِنَ كَثِيۡرَةٍ ‌ۙ وَّيَوۡمَ حُنَيۡنٍ‌ ۙ اِذۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ كَثۡرَتُكُمۡ فَلَمۡ تُغۡنِ

مدد کر چکا ہے اللہ تمہاری بہت میدانوں میں اور حنین کے دن جب خوش ہوئے تم اپنی کثرت پر پھر وہ کچھ کام نہ

عَنۡكُمۡ شَيۡـئًا وَّضَاقَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّـيۡتُمۡ مُّدۡبِرِيۡنَ‌ۚ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰهُ

آئی تمہارے اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے پھر ہٹ گئے تم پیٹھ دے کر پھر اُتاری اللہ نے

سَكِيۡنَـتَهٗ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَعَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا‌ ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيۡنَ

اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور اُتاریں فوجیں کہ جن کو تم نے نہیں دیکھا اور عذاب دیا کافروں

كَفَرُوۡا‌ ؕ وَذٰ لِكَ جَزَآءُ الۡـكٰفِرِيۡنَ‏ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوۡبُ اللّٰهُ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰ لِكَ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ

کو اور یہی سزا ہے منکروں کی ۲۲ پھر توبہ نصیب کرے گا اللہ اس کے بعد جس کو چاہے

وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ‏ ﴿۲۷﴾

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۲۳

(۲۲) **غزوہ حنین میں مسلمانوں کی مدد** پچھلی آیت میں تنبیہ کی گئی تھی کہ جہاد فی سبیل اللہ کے وقت مومنین کو کنبہ، برادری، اموال واملاک وغیرہ کسی چیز پر نظر نہ ہونی چاہیئے، یہاں آگاہ فرمایا ہے کہ مجاہدین کو خود اپنی فوجی جمعیت وکثرت پر گھمنڈ نہ کرنا چاہیئے۔ نصرت و کامیابی اکیلے خدا کی مدد سے ہے۔ جس کا تجربہ پیشتر بھی بہت سے میدانوں میں تم کر چکے ہو۔ بدر، قریظہ ونضیر اور حدیبیہ وغیرہ میں جو کچھ نتائج رونما ہوئے، وہ محض امداد الٰہی و تائید غیبی کا کرشمہ تھا۔ اور اب اخیر میں غزوہ حُنین کا واقعہ تو ایسا صریح اور عجیب وغریب نشان آسمانی نصرت وامداد کا ہے جس کا اقرار سخت معاند دشمنوں تک کو کرنا پڑا ہے۔ فتح مکہ کے بعد فوراً آپ کو اطلاع ملی کہ ہوازن وثقیف وغیرہ بہت سے قبائل عرب نے ایک لشکر جرار تیار کر کے بڑے ساز و سامان سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ نے دس ہزار مہاجرین وانصار کی فوج گراں لے کر جو مکہ فتح کرنے کے لئے مدینہ سے ہمراہ آئی تھی، طائف کی طرف کوچ کر دیا۔ دو ہزار طلقاء بھی جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے آپ کے ہمراہ تھے یہ پہلا موقع تھا کہ بارہ ہزار کی عظیم الشان جمعیت کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدانِ جہاد میں نکلے۔ یہ منظر دیکھ کر بعض صحابہ سے نہ رہا گیا اور بے ساختہ بول اُٹھے کہ (جب ہم بہت تھوڑے تھے اس وقت ہمیشہ غالب رہے تو) آج ہماری اتنی بڑی تعداد کسی سے مغلوب ہونے والی نہیں۔ یہ جملہ مردان توحید کی زبان سے نکلنا "بارگاہ احدیت" میں ناپسند ہوا۔ ابھی مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ دونوں لشکر مقابل ہو گئے۔ فریق مخالف کی جمعیت چار ہزار تھی جو سر کو کفن باندھ کر اور سب عورتوں بچوں کو ساتھ لے کر ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے پوری تیاری سے نکلے تھے۔ اُونٹ، گھوڑے، مواشی اور گھروں کا کل اندوختہ کوڑی کوڑی کر کے اپنے ہمراہ لے آئے تھے۔ ہوازن کا قبیلہ تیر اندازی کے فن میں سارے عرب میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کے بڑے ماہر تیر اندازوں کا دستہ وادی حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا۔ صحیحین میں براء ابن عازب کی روایت ہے کہ پہلے معرکہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی، وہ بہت سا مال چھوڑ کر پسپا ہو گئے یہ دیکھ کر مسلمان سپاہی غنیمت کی طرف جُھک پڑے۔ اس وقت ہوازن کے تیر اندازوں نے گھات سے نکل کر ایک دم دھاوا بول دیا۔ آن واحد میں چاروں طرف سے اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کو قدم جمانا مشکل ہو گیا۔ اوّل طلقاء میں بھاگڑ پڑی۔ آخر سب کے پاؤں اُکھڑ گئے، زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملتی تھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مع چند رفقاء کے دشمنوں کے نرغہ میں تھے۔ ابوبکر، عمر، عباس علی، عبداللہ بن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم تقریباً سو اسّی صحابہ بلکہ بعض اہل سیر کی تصریح کے موافق کل دس نفوس قدسیہ (عشرہ کاملہ) میدان جنگ میں باقی رہ گئے جو پہاڑ سے زیادہ مستقیم نظر آتے تھے۔ یہ خاص موقع تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت وتوکل اور معجزانہ شجاعت کا ایک محیر العقول نظارہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا آپ سفید خچر پر سوار ہیں عباس ایک رکاب ابوسفیان بن الحارث دوسری رکاب تھامے ہوئے ہیں۔ چار ہزار کا مسلح لشکر پورے جوش انتقام میں ٹوٹا پڑتا ہے، ہر چہار طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ ساتھی منتشر ہو چکے ہیں۔ مگر رفیق اعلیٰ آپ کے ساتھ ہے۔ ربانی تائید اور آسمانی سکینہ کی غیر مرئی بارش آپ پر اور آپ کے گنے چنے رفیقوں پر ہو رہی ہے۔ جس کا اثر آخر کار بھاگنے والوں تک پہنچتا ہے جدھر سے ہوازن وثقیف کا سیلاب بڑھ رہا ہے آپ کی سواری کا منہ اُس وقت بھی اسی طرف ہے اور اُدھر ہی آگے بڑھنے کے لئے خچر کو مہمیز کر رہے ہیں۔ دل سے خدا کی طرف لو لگی ہے اور زبان پر نہایت استغناء واطمینان کے ساتھ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ جاری ہے۔ یعنی بیشک میں سچا پیغمبر ہوں اور عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔ اُسی حالت میں آپ نے صحابہ کو آواز دی اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ اِلَیَّ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ خدا کے بندو! ادھر آؤ۔ یہاں آؤ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ پھر آپ کی ہدایت کے موافق حضرت عباس نے (جو نہایت جہیر الصوت تھے) اصحاب سمرۃ کو پکارا جنہوں نے درخت کے نیچے حضور کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی تھی۔ آواز کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ بھاگنے والوں نے سواریوں کا رُخ میدانِ جنگ کی طرف پھیر دیا۔ جس کے اُونٹ نے رخ بدلنے میں دیر کی

وہ گلے میں زرہ ڈال کر اونٹ سے کود پڑا اور سواری چھوڑ کر حضور کی طرف لوٹا۔ اسی اثنا میں حضورؐ نے تھوڑی سی مٹی اور کنکریاں اٹھا کر لشکر کفار پر پھینکیں جو خدا کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑی۔ ادھر حق تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کی فوجیں بھیج دیں جن کا نزول غیر مرئی طور پر مسلمانوں کی تقویت و ہمت افزائی اور کفار کی مرعوبیت کا سبب ہوا۔ پھر کیا تھا۔ کفار کنکریوں کے اثر سے آنکھیں ملتے رہے، جو مسلمان قریب تھے انہوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ آناً فاناً میں مطلع صاف ہو گیا بہت سے بھاگے ہوئے مسلمان لوٹ کر حضور کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا لڑائی ختم ہو چکی۔ ہزاروں قیدی آپ کے سامنے بندھے کھڑے ہیں اور مال غنیمت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ۔ اس طرح کافروں کو دنیا میں سزا دی گئی۔

(۲۳) چنانچہ ہوازن وغیرہ کو اس کے بعد توبہ نصیب ہوئی اور اکثر مسلمان ہو گئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ

اے ایمان والو مشرک جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک نہ آنے پائیں مسجد الحرام کے اس برس کے بعد ف ۲۴

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَاۗءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۲۸

اور اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو آئندہ غنی کر دیگا تم کو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف ۲۵

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اسکو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اسکے رسول نے

وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰي يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ

اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے جو کہ اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے

ع ۵ صٰغِرُوْنَ ۲۹ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ

ذلیل ہو کر ف ۲۶ اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے ف ۲۷ اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں کہتے ہیں

بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِــــُٔـوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۳۰

اپنے منہ سے ریس کرنے لگے اگلے کافروں کی بات کی ف ۲۸ ہلاک کرے ان کو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ف ۲۹

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا

ٹھہرا لیا اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر ف ۳۰ اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی اور ان کو حکم یہی ہوا تھا

اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰــهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۳۱

کہ بندگی کریں ایک معبود کی کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا وہ پاک ہے ان کے شریک بتلانے سے

(۲۴) **حدود حرم میں مشرکین کے داخلے کی ممانعت** جب حق تعالیٰ نے شرک کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کا صدر مقام (مکہ معظمہ) فتح کرا دیا اور قبائل عرب جوق جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے تب ۹ھ ہجری میں یہ اعلان کرایا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک (یا کافر) مسجد حرام میں داخل نہ ہو بلکہ اس کے نزدیک یعنی حدود حرم میں بھی نہ آنے پائے۔ کیونکہ ان کے قلوب شرک و کفر کی نجاست سے اس قدر پلید اور گندے ہیں کہ اس سب سے بڑے مقدس مقام اور مرکز توحید ایمانیات میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ اس

کے بعد صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے جزیرۃ العرب سے مشرکین اور یہود و نصاریٰ سب کے نکال دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضورؐ کی آخری وصیت کے موافق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حکم عملاً نافذ ہوا۔ اب بطور استیلاء یا توطن کفار کے وہاں رہنے پر مسلمانوں کو رضامند ہونا جائز نہیں۔ بلکہ تطہیر جزیرۃ العرب بقدر استطاعت اُن کا فریضہ ہے۔ ہاں حنفیہ کے نزدیک کوئی کافر مسافرانہ عارضی طور پر امام کی اجازت سے وہاں جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ امام اتنی اجازت دینا خلاف مصلحت نہ سمجھے۔ باقی حج و عمرہ کی غرض سے داخل ہونے کی کسی کافر کو اجازت نہیں کما ورد فی الحدیث اَلَا لَا یَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِکٌ۔

(۲۵) حرم میں مشرکین کی آمدورفت بند کر دینے سے مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ تجارت وغیرہ کو بڑا نقصان پہنچیگا۔ اور جو سامان تجارت یہ لوگ لاتے تھے، وہ نہیں آئیگا۔ اس لئے تسلی کر دی کہ اس سے مت گھبراؤ، تم کو غنا عطا فرمانا محض اس کی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ چاہے گا تو تم کو کچھ پروا نہ رہے گی۔ چنانچہ یہ ہی ہوا۔ خدا نے سارا ملک مسلمان کر دیا۔ مختلف بلاد و امصار سے تجارتی سامان آنے لگا۔ بارشیں خوب ہوئیں جس سے پیداوار بڑھ گئی، فتوحات و غنائم کے دروازے کھول دیے۔ اہل کتاب وغیرہ سے جزیہ کی رقوم وصول ہونے لگیں، غرض مختلف طرح سے حق تعالیٰ نے اسباب غناء جمع کر دیے۔ بیشک خدا کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں

(۲۶) **اہل کتاب پر جزیہ کا حکم** جب مشرکین کا قصہ پاک ہو گیا اور ملکی سطح ذرا ہموار ہوئی تو حکم ہوا کہ "اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی قوت و شوکت کو توڑو"۔ مشرکین کے وجود سے تو بالکل عرب کو پاک کر دینا مقصود تھا لیکن یہود و نصاریٰ کے متعلق اس وقت صرف اسی قدر مطمح نظر تھا کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں زور نہ پکڑیں اور اُس کی اشاعت و ترقی کے راستہ میں حائل نہ ہوں۔ اس لئے اجازت دی گئی کہ اگر یہ لوگ ماتحت رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں تو کچھ مضائقہ نہیں، قبول کر لو، پھر حکومت اسلامیہ ان کے جان و مال کی محافظ ہوگی، ورنہ ان کا علاج بھی وہی ہے جو مشرکین کا تھا (یعنی مجاہدانہ قتال) کیونکہ یہ بھی اللہ اور یوم آخرت پر جیسا چاہئے ایمان نہیں رکھتے نہ خدا اور رسول کے احکام کی کچھ پروا کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو کجا، اپنے تسلیم کردہ نبی حضرت مسیح علیہ السلام کی سچی پیروی نہیں کرتے، محض اہواء و آراء کا اتباع کرتے ہیں، جو سچا دین پہلے آیا یعنی حضرت مسیحؑ وغیرہ کے زمانہ میں، اور جو اب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، کسی کے قائل نہیں۔ بلکہ جیسا کہ عنقریب آتا ہے، اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ خدا کا روشن کیا ہوا چراغ اپنی پھونکوں سے گل کر دیں۔ ایسے بد باطن نالائقوں کو اگر یونہی چھوڑ دیا جائے تو ملک میں فتنہ و فساد اور کفر و تمرد کے شعلے برابر بھڑکتے رہیں گے۔

(۲۷) **حضرت عزیرؑ کی ابنیت کا دعویٰ** روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بعض یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ لیکن یہ عقیدہ عام یہود کا نہ تھا۔ اور زمانہ مابعد میں تو بعض علماء نے لکھا ہے کہ اب کوئی یہودی اس عقیدہ کا باقی نہیں رہا۔ اگر عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہود کا کوئی فرقہ اس کا قائل نہ ہوتا تو ضرور تھا کہ اُس وقت یہود قرآن کی حکایت کی تغلیط کرتے جیسا کہ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کو سُن کر عدیؓ بن حاتم نے اعتراض کیا تھا کہ احبار و رہبان کو رب تو کوئی نہیں مانتا اُس کا جواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا جو آگے آتا ہے۔ پس ابنیت عزیر کے عقیدہ کو اُن کی طرف نسبت کرنا، اور اُن کا اعتراض و انکار کہیں منقول نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ ضرور اُس وقت اس خیال کے لوگ موجود تھے۔ ہاں جیسے مرور دہور سے بہت سے مذاہب اور فرقے مٹ مٹا گئے، وہ بھی نابود ہو گیا ہو تو کچھ مستبعد نہیں۔ باقی ہم سے ایک نہایت ثقہ بزرگ (حاجی امیر شاہ خاں مرحوم) نے بیان کیا کہ سیاحت فلسطین وغیرہ کے دوران میں مجھے بعض یہود اس خیال کے ملے جن کو اسی عقیدہ کی نسبت سے عزیری کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲۸) یعنی "ابنیت" یا "الوہیت" مسیح وغیرہ کا عقیدہ پرانے مشرکین کے عقیدہ کے مشابہ ہے۔ بلکہ اُن ہی کی تقلید میں یہ اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ کے فوائد میں ہم نقل کر چکے ہیں۔

(۲۹) یعنی خدا ان کو غارت کرے توحید کی صاف اور تیز روشنی پہنچنے کے بعد کدھر اندھیرے میں چلے جا رہے ہیں۔

(۳۰) **اہل کتاب کے علماء و مشائخ کا حال** اُن کے علماء مشائخ جو کچھ اپنی طرف سے مسئلہ بنا دیتے خواہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہہ دیتے اسی کو سند سمجھتے کہ بس خدا کے ہاں ہم کو چھٹکارا ہو گیا۔ کتب سماویہ سے کچھ سروکار نہ رکھا تھا محض احبار و رہبان کے احکام پر چلتے تھے۔ اور ان کا یہ حال تھا کہ تھوڑا سا مال یا جاہی فائدہ دیکھا اور حکم شریعت کو بدل ڈالا۔ جیسا کہ دو تین آیتوں کے بعد مذکور ہے۔ پس جو منصب خدا کا تھا (یعنی حلال و حرام کی تشریح) وہ علماء و مشائخ کو دیدیا گیا تھا۔ اس لحاظ سے فرمایا کہ انہوں نے عالموں اور درویشوں کو خدا ٹھہرالیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اسی طرح کی تشریح فرمائی ہے اور حضرت حذیفہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "عالم کا قول عوام کو سند ہے جب تک وہ شرع سے سمجھ کر کہے۔ جب معلوم ہو کہ خود اپنی طرف سے کہا، یا طمع وغیرہ سے کہا، پھر سند نہیں"۔

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِـُٔوا نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَيَأْبَى ٱللَّهُ إِلَّآ أَن يُتِمَّ نُورَهُۥ وَلَوْ كَرِهَ

چاہتے ہیں کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور اللہ نہ رہے گا بدون پورا کئے اپنی روشنی کے اور پڑے برا مانیں

ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿۳۲﴾ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ

کافر ف۳۱ اُسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر تاکہ اُس کو غلبہ دے ہر دین پر

كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْأَحْبَارِ وَٱلرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ

اور پڑے برا مانیں مشرک ف۳۲ اے ایمان والو بہت سے عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں

أَمْوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلْبَٰطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۗ وَٱلَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ

مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے ف۳۳ اور جو لوگ گاڑھ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی

وَلَا يُنفِقُونَهَا فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۴﴾

اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو اُنکو خوشخبری سنادو عذاب دردناک کی ف۳۴

النصف

(۳۱) **اسلام کے غلبہ کا وعدہ** یعنی توحید خالص اور اسلام کا آفتاب جب چمک اٹھا پھر یہ ڈھکوسلے باتیں اور مشرکانہ دعاوی کہاں فروغ پا سکتے ہیں۔ یہ کوشش کہ بے حقیقت اور بے مغز باتیں بنا کر اور فضول بحث و جدل کر کے نور حق کو مدھم کر دیں، ایسی ہے کہ کوئی بے وقوف مُنہ سے پھونکیں مار کر چاند یا سورج کی روشنی کو بجھانا اور ماند کرنا چاہے یاد رکھو خواہ یہ کتنے ہی جلیں مگر خدا نور اسلام کو پوری طرح پھیلا کر رہے گا۔

(۳۲) اسلام کا غلبہ باقی ادیان پر معقولیت اور حجت و دلیل کے اعتبار سے، یہ تو ہر زمانہ میں بحمد اللہ نمایاں طور پر حاصل رہا ہے۔ باقی حکومت و سلطنت کے اعتبار سے وہ اس وقت حاصل ہوا ہے اور ہوگا جبکہ مسلمان اصول اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان و تقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے یا آئندہ ہونگے اور دین حق کا ایسا غلبہ کہ باطل ادیان کو

مغلوب کر کے بالکل صفحہ ہستی سے محو کر دے، یہ نزول مسیح علیہ السلام کے بعد قریب قیامت کے ہونیوالا ہے۔

(۳۳) **اہل کتاب کے علماء کی بے دینی** یعنی روپیہ لے کر احکام شرعیہ اور اخبار الٰہیہ کو بدل ڈالتے ہیں۔ اُدھر عوام الناس نے انہیں جیسے پہلے گذرا خدائی کا مرتبہ دے رکھا ہے۔ جو کچھ غلط سلط کہہ دیں وہ ہی ان کے نزدیک حجت ہے۔ اس طرح یہ علماء و مشائخ نذرانے وصول کرنے، ٹکے بٹورنے اور اپنی سیادت و ریاست قائم رکھنے کے لئے عوام کو مکر و فریب کے جال میں پھنسا کر راہ حق سے روکتے رہتے ہیں۔ کیونکہ عوام اگر اُن کے جال سے نکل جائیں اور دین حق اختیار کر لیں تو ساری آمدنی بند ہو جائے۔ یہ حال مسلمانوں کو سنایا تاکہ متنبہ ہو جائیں کہ اُمتوں کی خرابی اور تباہی کا بڑا سبب تین جماعتوں کا خراب و بے راہ ہونا اور اپنے فرائض کو چھوڑ دینا ہے علماء مشائخ اور اغنیاء و رؤساء۔ ان میں سے دو کا ذکر تو ہو چکا۔ تیسری جماعت (رؤساء) کا آگے آتا ہے۔ ابن المبارکؒ نے خوب فرمایا وَھَلْ اَفْسَدَ الدِّیْنَ اِلَّا الْمُلُوْکُ وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَّرُھْبَانُھَا۔

(۳۴) جو لوگ دولت اکٹھی کریں خواہ حلال طریقہ سے ہو مگر خدا کے راستہ میں خرچ نہ کریں (مثلاً زکوٰۃ نہ دیں اور حقوق واجبہ نہ نکالیں) ان کی یہ سزا ہے تو اسی سے اُن احبار و رُہبان کا انجام معلوم کر لو جو حق کو چھپا کر یا بدل کر روپیہ بٹورتے ہیں۔ اور ریاست قائم رکھنے کی حرص میں عوام کو خدا کے راستہ سے روکتے پھرتے ہیں۔ بہر حال دولت وہ اچھی ہے جو آخرت میں وبال نہ بنے۔

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا

جس دن کہ آگ دہکائینگے اس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اُس سے اُن کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں (کہا جائیگا) یہ ہے جو

كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝٣٥ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا

تم نے گاڑھ کر رکھا تھا اپنے واسطے اب چکھو مزا اپنے گاڑھنے کا ف۳۵ مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں

فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬

اللہ کے حکم میں جس دن اُس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین اُن میں چار مہینے ہیں ادب کے یہی ہے سیدھا دین ف۳۶

فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۤفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۤفَّةً ؕ

سو اُن میں ظلم مت کرو اپنے اُوپر اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے ہر حال میں

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝٣٦ اِنَّمَا النَّسِىْٓءُ زِيَادَةٌ فِى الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ

اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے ڈرنیوالوں کے ف۳۷ یہ جو مہینہ ہٹا دینا ہے سو بڑھائی ہوئی بات ہے کفر کے عہد میں گمراہی میں پڑتے ہیں اس سے

كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِــُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ

کافر حلال کر لیتے ہیں اُس مہینہ کو ایک برس اور حرام رکھتے ہیں دوسرے برس تاکہ پوری کر لیں گنتی اُن مہینوں کی جو اللہ نے ادب کیلئے رکھے ہیں پھر حلال کر لیتے ہیں جو مہینہ کہ اللہ نے حرام

زُيِّنَ لَهُمْ سُوْۤءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٣٧ ع ۱۱/۵

کیا بھلا کر دیئے گئے اُنکی نظر میں اُن کے برے کام اور اللہ راستہ نہیں دیتا کافر لوگوں کو ف۳۸

(۳۵) **بخیل دولتمندوں کا انجام** بخیل دولتمند سے جب خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے تو اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں زیادہ کہو تو اعراض کر کے اُدھر سے پہلو بدل لیتا ہے۔ اگر اس پر بھی جان نہ بچی تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے۔ اس لئے سونا چاندی تپا

کر ان ہی تین موقعوں (پیشانی، پہلو، پیٹھ) پر داغ دیے جائیں گے تاکہ اس کے جمع کرنے اور گاڑنے کا مزہ چکھ لے۔

(۳۶) **اشہر حرم اور نسی کی رسم** میرے نزدیک اوپر سے سلسلۂ مضمون کا یوں ہے کہ گذشتہ رکوع میں مشرکین کے بعد اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ پھر رکوع حاضر کے شروع میں بتلایا کہ ان کے عقائد اور طور و طریق بھی مشرکین سے ملتے جلتے ہیں۔ ان کا عزیر و مسیح کو خدا کا بیٹا کہنا ایسا ہی ہے جیسے مشرکین "ملائکۃ اللہ" کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، بلکہ نصاریٰ میں "ابنیت مسیح" کا عقیدہ مشرکین کی تقلید سے آیا ہے۔ وہ بتوں کو خدائی کا درجہ دیتے ہیں، انہوں نے مسیح و روح القدس کو خدا ٹھہرالیا۔ باوجود دعوئے کتاب کے احبار و رہبان کے احکام کو شریعت الٰہیہ کا بدل تجویز کرلیا۔ یعنی احبار و رہبان رشوتیں لے کر اور حرام مال کھا کر جس چیز کو حلال یا حرام کردیتے، احکام سماوی کی جگہ اُن ہی کو قبول کرلیا جاتا۔ ان کا یہ طریقہ ٹھیک مشرکین کے طریقہ سے مشابہ ہے۔ اُن کے سرکردہ بھی جس چیز کو چاہتے حلال و حرام ٹھہرا کر خدا کی طرف نسبت کردیتے تھے جس کا ذکر "انعام" میں مفصل گذر چکا، اور یہاں بھی اُس کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔ عرب میں قدیم سے معمول چلا آتا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے "اشہر حرم" (خاص ادب و احترام کے مہینے) ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب۔ ان میں خونریزی اور جدال و قتال قطعاً بند کردیا جاتا تھا۔ حج و عمرہ اور تجارتی کاروبار کے لئے امن و امان کے ساتھ آزادی سے سفر کرسکتے تھے۔ کوئی شخص ان ایام میں اپنے باپ کے قاتل سے بھی تعرض نہ کرتا تھا۔ بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اصل ملت ابراہیمی میں یہ چار ماہ "اشہر حُرُم" قرار دئے گئے تھے۔ اسلام سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت و جہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال و قتال میں بعض بعض قبائل کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسمانی یا رسمی قانون کا پابند نہ رہا، تو "نسی" کی رسم نکالی۔ یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ارادہ ماہ محرم میں جنگ کرنے کا ہوا تو ایک سردار نے اعلان کردیا کہ امسال ہم نے محرم کو اشہر حُرُم سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کردیا۔ پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ حسب دستور قدیم محرم حرام اور صفر حلال رہے گا۔ اس طرح سال میں چار مہینوں کی گنتی تو پوری کرلیتے تھے، لیکن اُن کی تعیین میں حسب خواہش ردوبدل کرتے رہتے تھے۔ ابن کثیر کی تحقیق کے موافق "نسی" (مہینہ آگے پیچھے کرنے) کی رسم صرف محرم و صفر میں ہوتی تھی۔ اور اس کی وہ ہی صورت تھی جو اوپر مذکور ہوئی۔ امام مغازی محمد ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ پہلا شخص جس نے یہ رسم جاری کی "قلمس" کنانی تھا۔ پھر اس کی اولاد در اولاد یوں ہی ہوتا چلا آیا۔ آخر میں اُسی کی نسل سے "ابو ثمامہ جنادہ بن عوف کنانی" کا معمول تھا کہ ہر سال موسم حج میں اعلان کیا کرتا کہ امسال محرم اشہر حُرُم میں داخل رہے گا یا صفر۔ اسی طرح محرم و صفر میں سے ہر مہینہ کبھی حلال اور کبھی حرام کیا جاتا تھا۔ اور عام طور پر لوگ اسی کو قبول کرلیتے تھے۔ گویا عہد جاہلیت میں کافروں کے کفر و گمراہی کو بڑھانے والی ایک چیز یہ بھی تھی کہ خدا کے حلال یا حرام کئے ہوئے مہینہ کو بدل ڈالنے کا حق کنانہ کے ایک سردار کو سونپ دیا گیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح یہود و نصاریٰ کا حال تھا کہ انہوں نے تحلیل و تحریم کی باگ طامع اور غرض پرست احبار و رہبان کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ دونوں جماعتوں کی مشابہت ظاہر کرنے کیلئے "نسی" کی رسم کا یہاں ذکر کیا گیا اور اِنَّ عِدَّۃَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ الخ اُس کے رد کی تمہید ہے۔ یعنی آج سے نہیں، جب سے آسمان و زمین پیدا کئے خدا کے نزدیک بہت سے احکام شرعیہ جاری کرنے کے لئے سال کے بارہ مہینے رکھے گئے ہیں جن میں سے چار اشہر حرم (ادب کے مہینے) ہیں۔ جن میں گناہ و ظلم سے بچنے کا اور زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔ یہ ہی سیدھا دین (ابراہیم علیہ السلام) کا ہے۔

(۳۷) **اشہر حُرُم میں جہاد کا مسئلہ** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس آیت سے نکلتا ہے کہ کافروں سے لڑنا ہمیشہ روا ہے۔ (چنانچہ "غزوہ تبوک" جس کا آگے ذکر آتا ہے ماہ رجب میں ہوا) اور آپس میں ظلم کرنا ہمیشہ گناہ ہے۔ ان مہینوں میں زیادہ۔ اکثر علماء کے

رائے یہ ہی ہے لیکن بہتر ہے کہ اگر کوئی کافر ان مہینوں کا ادب کرے تو ہم بھی اُس سے لڑائی کی ابتداء نہ کریں۔

(۳۸) یعنی بُرے کام کو اچھا سمجھ رہے ہیں۔ جب سمجھ اُلٹ جائے تو بھلائی کا رستہ کہاں ملے۔ اس آیت میں جو رسم نسی کا ذکر فرمایا ہے اُس کی تفصیل گذشتہ آیت کے فوائد زیر آیت ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ گذر چکی (تنبیہ) بعض اقوام جو اپنے مہینوں کا حساب درست رکھنے کے لئے لوند کا مہینہ ہر تیسرے سال بڑھا تی ہیں وہ نسی میں داخل نہیں۔ اور بعض اکابر سلف سے جو نسی کے تحت میں یہ منقول ہے کہ عرب جاہلیت میں سال کے مہینوں کا عدد بدل ڈالتے تھے، مثلاً بارہ کے چودہ مہینے بنالئے یا حساب میں ایسی گڑبڑی کی کہ جو ذوالقعدہ تھا وہ ذوالحجہ بن گیا۔ حتیٰ کہ ۹ سنہ ہجری میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حج بھی اُن کے حساب سے ذیقعدہ میں ہوا۔ اور حدیث ان الزمان قد استدار کھیئتہ الخ کی تقریر بھی اسی اصول کے موافق کی گئی۔ ان سب چیزوں پر حافظ ابن کثیر نے تعقب کیا ہے من شاء فلیراجعہ۔ یہاں اس پر مفصل بحث کی گنجائش نہیں۔ اگر مستقل تفسیر قرآن لکھنے کی توفیق ہوئی جیسا کہ ارادہ ہے تو وہاں تفصیلی کلام کیا جائیگا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ ٱنفِرُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱثَّاقَلْتُمْ إِلَى ٱلْأَرْضِ

اے ایمان والو تم کو کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ کوچ کرو اللہ کی راہ میں تو گرے جاتے ہو زمین پر

أَرَضِيتُم بِٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا مِنَ ٱلْءَاخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا فِى ٱلْءَاخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿۳۸﴾

کیا خوش ہو گئے دنیا کی زندگی پر آخرت کو چھوڑ کر سو کچھ نہیں نفع اٹھانا دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا ف ۳۹

إِلَّا تَنفِرُوا۟ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْـًٔا ۗ وَٱللَّهُ

اگر تم نہ نکلو گے تو دے گا تم کو عذاب دردناک اور بدلے میں لاویگا اور لوگ تمہارے سوا اور کچھ نہ بگاڑ سکو گے تم اس کا اور اللہ

عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿۳۹﴾ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ ٱللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ثَانِىَ

سب چیز پر قادر ہے ف ۴۰ اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اُس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرا

ٱثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِى ٱلْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ

تھا دو میں کا جب وہ دونوں تھے غار میں جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اُتاری اپنی طرف سے اس

عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُۥ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱلسُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ ٱللَّهِ هِىَ

پر تسکین اور اُسکی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ کی بات ہمیشہ

ٱلْعُلْيَا ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۴۰﴾

اُوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ف ۴۱

(۳۹) **غزوہ تبوک کے لئے جہاد کی تاکید** یہاں سے غزوہ تبوک کے لئے مومنین کو اُبھارا گیا ہے گذشتہ رکوع سے پہلے رکوع میں قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ الخ سے اہل کتاب کے مقابلہ میں جہاد کرنے کی ترغیب دی گئی تھی۔ درمیان میں جو ذیلی مضامین آئے اُن کا ربط موقع بہ موقع ظاہر ہوتا رہا ہے گویا وہ سب رکوع حاضر کی تمہید تھی۔ اور رکوع حاضر غزوہ تبوک کے بیان کی تمہید ہے۔ فتح مکہ و غزوہ حُنین کے بعد ۹ سنہ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ شام کا نصرانی بادشاہ (ملک غسان) قیصر روم

کی مدد سے مدینہ پر چڑھائی کرنیوالا ہے۔ حضور نے مناسب سمجھا کہ ہم خود حدود شام پر اقدام کر کے اُس کا جواب دیں۔ اس کے لئے آپ نے عام طور پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ جہاد کے لئے تیار ہو جائیں۔ گرمی سخت تھی۔ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ کھجور کی فصل پک رہی تھی، سایہ خوشگوار تھا۔ پھر اس قدر بعید مسافت طے کر کے جانا، اور نہ صرف ملک غسان بلکہ قیصر روم کی باقاعدہ اور سروسامان سے آراستہ افواج سے نبرد آزما ہونا کوئی کھیل تماشا نہ تھا۔ ایسی مہم میں مومنین مخلصین کے سوا کس کا حوصلہ تھا کہ جان بازانہ قدم اُٹھا سکتا۔ چنانچہ منافقین جھوٹے حیلے بہانے تراش کر کھسکنے لگے۔ بعض مسلمان بھی ایسے سخت وقت میں اس طویل وصعب سفر سے کترا رہے تھے جن میں بہت تو آخر کار ساتھ ہو لئے اور گنے چنے آدمی رہ گئے جن کو کسل و تقاعد نے اس شرف عظیم کی شرکت سے محروم رکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً تیس ہزار سرفروش مجاہدین کا لشکر جرار لے کر حدود شام کی طرف روانہ ہو گئے اور مقام تبوک میں ڈیرے ڈال دیئے۔ ادھر قیصر روم کے نام نامۂ مبارک لکھا جس میں اسلام کی طرف دعوت دی گئی تھی۔ حضور کی صداقت اس کے دل میں گھر کر گئی مگر قوم نے موافقت نہ کی اس لئے قبول اسلام سے محروم رہا۔ شام والوں کو جب حضور کے ارادے کی اطلاع ہوئی قیصر روم سے ظاہر کیا۔ اُس نے مدد نہ کی، ان لوگوں نے اطاعت کی مگر اسلام نہ لائے۔ تھوڑی مدت کے بعد حضور کی وفات ہوئی اور فاروق اعظم کے عہد خلافت میں تمام ملک شام فتح ہوا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے غالب و منصور واپس تشریف لائے اور خدا نے بڑی بڑی سلطنتوں پر اسلام کی دھاک بٹھلا دی تو منافقین نے مدینہ بہت فضیحت ہوئے۔ نیز چند سچے مسلمان جو محض سستی اور کسل کی بناء پر نہ گئے تھے بیحد نادم و متحسر تھے۔ اس رکوع کے شروع سے بہت دور تک ان ہی واقعات کا ذکر ہے۔ مگر زیادہ منافقین کی حرکات بیان ہوئی ہیں۔ کہیں کہیں مسلمانوں کو خطاب اور ان کے احوال سے تعرض کیا گیا ہے۔ آیۂ حاضرہ میں مسلمانوں کو بڑی شدت سے جہاد کی طرف اُبھارا اور بتلایا ہے کہ تھوڑے سے عیش و آرام میں پھنس کر جہاد کو چھوڑنا گویا بلندی سے پستی کی طرف گر جانے کا مرادف ہے۔ مومن صادق کی نظر میں دنیا کے عیش و آرام کی آخرت کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہ ہونی چاہئے۔ حدیث میں ہے کہ اگر خدا کے نزدیک دنیا کی وقعت پر پشہ کی برابر ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔

(۴۰) یعنی خدا کا کام تم پر موقوف نہیں۔ تم اگر سُستی کرو گے وہ اپنی قدرت کاملہ سے کسی دوسری قوم کو دین حق کی خدمت کے لئے کھڑا کر دے گا۔ تم اس سعادت سے محروم رہو گے جو تمہارے ہی نقصان کا موجب ہے ؎ مِنّت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی ؞ منت ازو شناس کہ بخدمت گذاشتت۔

(۴۱) **غار ثور اور رسول اللہ ﷺ کے یار غار حضرت ابوبکر کا واقعہ** یعنی بالفرض اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے نہ سہی۔ اُن کا منصور و کامیاب ہونا کچھ تم پر موقوف نہیں ایک وقت پہلے ایسا آچکا ہے جب ایک یار غار کے سوا کوئی آپ کے ساتھ نہ تھا معدودے چند مسلمان مکہ والوں کے مظالم سے تنگ آکر ہجرت کر گئے تھے۔ آخر آپ کو بھی ہجرت کا حکم ہوا مشرکین کا آخری مشورہ یہ قرار پایا تھا
۴ منتخب ہوا اور وہ سب مل کر بیک وقت آپ پر تلواروں کی ضرب لگائیں تاکہ خونبہا دینا پڑے تو سب قبائل پر تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کی یہ ہمت نہ ہو کہ خون کے انتقام میں سارے عرب سے لڑائی مول لیں۔ جس شب میں اس ناپاک کارروائی کو عملی جامہ پہنانے کی تجویز تھی حضور نے اپنے بستر پر حضرت علی کو لٹایا تاکہ لوگوں کی امانتیں احتیاط سے آپ کے بعد مالکوں کے حوالہ کر دیں اور حضرت علی کی تسلی فرمائی کہ تمہارا بال بیکا نہ ہوگا پھر خود بنفس نفیس ظالموں کے ہجوم میں سے "شَاهَتِ الْوُجُوهُ" فرماتے ہوئے اور اُن کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے صاف نکل آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ لیا اور مکہ سے چند میل ہٹ کر غار ثور میں قیام فرمایا۔ یہ غار پہاڑ کی بلندی پر ایک بھاری مجوف چٹان ہے۔ جس میں داخل ہونے … تھا، ایسا تنگ کہ انسان کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس میں

گھس نہیں سکتا۔ صرف لیٹ کر داخل ہونا ممکن تھا۔ اوّل حضرت ابوبکرؓ نے اندر جا کر اُسے صاف کیا۔ سب سوراخ کپڑے سے بند کئے
کہ کوئی کیڑا کانٹا گزند نہ پہنچا سکے۔ ایک سوراخ باقی تھا اُس میں اپنا پاؤں اڑا دیا۔ سب انتظام کر کے حضور سے اندر تشریف لانے کو کہا
آپ صدیق کے زانو پر سر مبارک رکھ کر استراحت فرما رہے تھے، کہ سانپ نے ابوبکر کا پاؤں ڈس لیا۔ مگر صدیقؓ پاؤں کو حرکت نہ دیتے
تھے، مبادا حضور کی استراحت میں خلل پڑے۔ جب آپ کی آنکھ کھلی اور قصہ معلوم ہوا تو آپ نے لعاب مبارک صدیق کے پاؤں کو لگا دیا
جس سے فوراً شفا ہو گئی۔ اُدھر کفار "قائف" کو ہمراہ لے کر جو نشانہائے قدم کی شناخت میں ماہر تھا۔ حضور کی تلاش میں نکلے۔ اُس نے
غار ثور تک نشان قدم کی شناخت کی، مگر خدا کی قدرت کہ غار کے دروازہ پر مکڑی نے جالا تن لیا اور جنگلی کبوتر نے انڈے دے دیئے۔ یہ
دیکھ کر سب نے قائف کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ مکڑی کا جالا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت سے بھی پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ اگر اندر
کوئی داخل ہوتا تو یہ جالا اور انڈے کیسے صحیح و سالم رہ سکتے تھے۔ ابوبکر صدیق کو اندر سے کفار کے پاؤں نظر پڑتے تھے۔ انہیں فکر تھی کہ جان
سے زیادہ محبوب جس کے لئے سب کچھ فدا کر چکے ہیں دشمنوں کو نظر نہ پڑ جائیں۔ گھبرا کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ اگر ان لوگوں نے ذرا جھک کر
اپنے قدموں کی طرف نظر کی تو ہم کو دیکھ پائیں گے۔ حضور نے فرمایا کہ ابوبکر تیرا کیا خیال ہے اُن دُو کی نسبت جن کا تیسرا اللہ ہے۔ یعنی جب
اللہ ہمارے ساتھ ہے تو پھر کس کا ڈر ہے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی کیفیت سکون و اطمینان حضور کے قلب مبارک پر
اور آپ کی برکت سے ابوبکر کے قلب مقدس پر نازل فرمائی اور فرشتوں کی فوج سے حفاظت و تائید کی۔ یہ اُسی تائید غیبی کا کرشمہ تھا کہ
مکڑی کا جالا جسے "اوہن البیوت" بتلایا ہے، بڑے بڑے مضبوط و مستحکم قلعوں سے بڑھ کر ذریعہ تحفظ بن گیا۔ اس طرح خدا نے کافروں
کی بات نیچی کی اور اُن کی تدابیر خاک میں ملا دیں۔ آپ تین روز غار میں قیام فرما کر بعافیت تمام مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ بیشک انجام کار خدا
ہی کا بول بالا رہتا ہے۔ وہ ہر چیز پر غالب ہے اور اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ (تنبیہ) بعض نے وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا
سے بدر و حنین وغیرہ میں جو نزول ملائکہ ہوا وہ مراد لیا ہے مگر ظاہر سیاق سے وہ ہی ہے۔ جو ہم نے بیان کیا۔ واللہ اعلم۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

نکلو ہلکے اور بوجھل ف۴۲ اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں یہ بہتر ہے تمہارے حق میں

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْ بَعُدَتْ

اگر تم کو سمجھ ہے ف۴۳ اگر مال ہوتا نزدیک اور سفر ہلکا تو وہ لوگ ضرور تیرے ساتھ ہو لیتے لیکن لمبی نظر آئی

عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ

اُن کو مسافت ف۴۴ اور اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم ضرور چلتے تمہارے ساتھ وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جانوں کو

وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ ع ٦ ٥ ١٢

اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ف۴۵ اللہ بخشے تجھ کو کیوں رخصت دیدی تو نے اُن کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے تجھ پر

الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

سچ کہنے والے اور جان لیتا تو جھوٹوں کو ف۴۶

(۴۲) یعنی پیادہ اور سوار، فقیر اور غنی، جوان اور بوڑھے، جس حالت میں ہوں نکل کھڑے ہوں۔ نفیر عام کے وقت کوئی عذر پیش نہ لائیں۔

(۴۳) یعنی دنیوی اور اُخروی ہر حیثیت سے۔

(۴۴) **منافقین سے کیسے حیلے بہانے** | یہ منافقین کو فرمایا کہ اگر سفر ہلکا ہوتا اور بے محنت مال غنیمت ہاتھ آنے کی توقع ہوتی تو جلدی ساتھ ہو لیتے۔ لیکن ایسی کٹھن منزلوں کا طے کرنا ان سے کہاں ممکن ہے؟

(۴۵) یا تو نکلنے سے پہلے قسمیں کھا کر طرح طرح کے حیلے حوالے کریں گے کہ آپ اُن کو مدینہ میں ٹھہرے رہنے کی اجازت دے دیں اور یا آپ کی واپسی کے بعد جھوٹی قسمیں کھا کر باتیں بنائیں گے تاکہ اپنے نفاق پر پردہ ڈالیں۔ حالانکہ خدا سے اُن کا جھوٹ اور نفاق پوشیدہ نہیں رہ سکتا یہ نفاق و فریب دہی اور جھوٹی قسمیں کھانا، انجام کار انہی کے حق میں وبال جان ہوگا۔

(۴۶) **منافقین کو آنحضرتؐ کی اجازت** | منافقین جھوٹے عذر کر کے جب مدینہ میں ٹھہرے رہنے کی اجازت طلب کرتے تو آپ ان کے کید و نفاق سے اغماض کر کے اور یہ سمجھ کر کہ ان کے ساتھ چلنے میں فساد کے سوا کوئی بہتری نہیں، اجازت دیتے تھے اُس کو فرمایا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ کیونکہ اُس وقت ظاہر ہو جاتا کہ انہوں نے اپنے نہ جانے کو کچھ آپ کی اجازت پر موقوف نہیں رکھا ہے۔ جانے کی توفیق تو انہیں کسی حال نہ ہوتی۔ البتہ آپ کے روبرو ان کا جھوٹ سچ کھل جاتا۔ پس اجازت دینا کوئی گناہ نہ تھا، البتہ نہ دینا مصالح حاضرہ کے اعتبار سے زیادہ موزوں ہوتا۔ اس اعلیٰ و اکمل صورت کے ترک کی وجہ سے خطاب کو "عفا اللہ عنک" سے شروع فرمایا۔ عفو کا لفظ ضروری نہیں کہ گناہ ہی کے مقابلہ میں ہو۔ بعض محققین نے "عفا اللہ عنک" اس جملہ کو صدر کلام میں محض دعاء و تعظیم کے طور پر لیا ہے جیسا کہ عرب کے محاورات میں شائع تھا مگر سلف سے وہ ہی منقول ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا۔ اور لفظ "لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ" اس کی تائید کرتا ہے، واللہ اعلم۔

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۗ

نہیں رخصت مانگتے تجھ سے وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اس سے کہ لڑیں اپنے مال اور جان سے

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ

اور اللہ خوب جانتا ہے ڈر والوں کو رخصت وہی مانگتے ہیں تجھ سے جو نہیں ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور شک میں پڑے ہیں

قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿٤٥﴾ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَٰكِنْ

دل اُن کے سو وہ اپنے شک ہی میں بھٹک رہے ہیں ف۴۷ اور اگر وہ چاہتے نکلنا تو ضرور تیار کرتے کچھ سامان اُس کا لیکن

كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴿٤٦﴾ لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا

پسند نہ کیا اللہ نے اُن کا اُٹھنا سو روک دیا اُن کو اور حکم ہوا کہ بیٹھے رہو ساتھ بیٹھنے والوں کے ف۴۸ اگر نکلتے تم میں تو کچھ نہ

زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ ۗ

بڑھاتے تمہارے لئے مگر خرابی اور گھوڑے دوڑاتے تمہارے اندر بگاڑ کروانے کی تلاش میں ف۴۹ اور تم میں بعضے جاسوس ہیں اُن کے

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾

اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ف۵۰

(۴۷) **جہاد سے منہ پھیرنے والے مومن نہیں ہیں** | یعنی جن کے دلوں میں ایمان و تقویٰ کا نور ہے، اُن کی یہ شان نہیں کہ جہاد سے

الگ رہنے کی اس طرح بڑھ بڑھ کر اجازت حاصل کریں۔ ان کا حال تو وہ ہے جو اس پارہ کے آخر میں بیان ہوا ہے۔ "تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ" یعنی بے سروسامانی وغیرہ کے عذر سے اگر "جہاد فی سبیل اللہ" کے شرف سے محروم رہجائیں تو اس فضل کے فوت ہو جانے پر اُن کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں۔ بے حیا بن کر جہاد سے علیحدہ رہنے کی اجازت لینا اُنہی کا شیوہ ہے جن کو خدا کے وعدوں پر یقین نہیں نہ آخرت کی زندگی کو سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اسلام و مسلمین کے غالب و منصور ہونے کی جو خبریں دی ہیں اُن کے متعلق ہمیشہ شک و شبہ میں گرفتار رہتے ہیں۔

(۴۸) **منافقین کی حالت** اُن کا ارادہ ہی گھر سے نکلنے کا نہیں۔ ورنہ اُس کا کچھ تو سامان کرتے، حکم جہاد سنتے ہی جھوٹے عذر نہ لے دوڑتے واقعہ یہ ہے کہ خدا نے ان کی شرکت کو پسند ہی نہیں کیا۔ یہ جاتے تو وہاں فتنے اٹھاتے۔ نہ جانے کی صورت میں اُنہیں سے پتہ لگ جائیگا کہ مومنین کو خدا کے فضل سے ایک تنکے کے برابر ان کی پروا نہیں۔ اسی لئے خدا نے صفوف مجاہدین میں شامل ہونے سے روک دیا اس طرح کہ رُکنے کا وبال انہی کے سر پر رہے۔ گویا اُنکو تکوینًا کہہ دیا گیا کہ جاؤ، عورتوں بچّوں اور اپاہج آدمیوں کے ساتھ گھر میں گھس کر بیٹھے رہو۔ اور پیغمبر علیہ السّلام نے اُن کے اعذار کاذبہ کے جواب میں جو گھر بیٹھ رہنے کی اجازت دیدی، یہ بھی ایک طرح خدا ہی کا فرمادینا ہے۔ اس لئے تکوینًا کی قید بھی ضروری نہیں۔

(۴۹) یعنی اگر تمہارے ساتھ نکلتے تو اپنے جبن و نامردی کی وجہ سے دوسروں کی ہمتیں بھی سُست کر دیتے اور آپس میں لگا بجھا کر مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کی کوشش کرتے اور جھوٹی افواہیں اڑا کر ان کو دشمنوں سے ہیبت زدہ کرنا چاہتے غرض ان کے وجود سے بھلائی میں تو کوئی اضافہ نہ ہوتا ہاں برائی بڑھ جاتی اور فتنہ انگیزی کا زور ہوتا۔ ان ہی وجوہ سے خدا نے ان کو جانے کی توفیق نہ بخشی۔

(۵۰) یعنی اب بھی اُن کے جاسوس یا بعض ایسے سادہ لوح افراد تم میں موجود ہیں جو اُن کی بات سنتے اور تھوڑا بہت متاثر ہوتے ہیں (ابن کثیر) گو ویسا فتنہ و فساد برپا نہیں کر سکتے جو ان شریروں کے وجود سے ہو سکتا تھا۔ بلکہ ایک حیثیت سے ایسے جواسیس کا ہمراہ جانا مفید ہے کہ وہ بچشم خود مسلمانوں کی اولوالعزمی، بیجگری وغیرہ دیکھ کر ان سے نقل کریں گے تو ان کے دلوں پر بھی مسلمانوں کی ہیبت قائم ہوگی۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ

وہ تلاش کرتے رہے ہیں بگاڑ کی پہلے سے اور اُلٹتے رہے ہیں تیرے کام یہاں تک کہ آپہنچا سچا وعدہ اور غالب ہوا حکم اللہ کا اور وہ

كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَلَا تَفْتِنِّیْ ؕ اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ

ناخوش ہی رہے ف۵۱ اور بعضے اُن میں کہتے ہیں مجھ کو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال سنتا ہے وہ تو گمراہی میں پڑ چکے ہیں اور بیشک

جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ

دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو ف۵۲ اگر تجھ کو پہنچے کوئی خوبی تو وہ بری لگتی ہے انکو اور اگر پہنچے کوئی سختی

يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا

تو کہتے ہیں ہم نے تو سنبھال لیا تھا اپنا کام پہلے ہی اور پھر کر جائیں خوشیاں کرتے ف۵۳ تو کہہ دے ہم کو ہرگز نہ پہنچے گا مگر وہی

مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

جو لکھ دیا اللہ نے ہمارے لئے وہی ہے کارساز ہمارا اور اللہ ہی پر چاہیئے کہ بھروسہ کریں مسلمان

(۵۱) جس وقت حضور مدینہ تشریف لائے یہود اور منافقین مدینہ آپ کے خلاف طرح طرح کی فتنہ انگیزیاں کرتے رہے اور اسلام کی روز افزوں ترقیات کا تختہ اُلٹنے کے لئے بہت کچھ اُلٹ پھیر کی۔ مگر بدر میں جب کفر و شرک کے بڑے بڑے ستون گر گئے اور حیرت انگیز طریقہ پر اسلام کا غلبہ ظاہر ہوا تو عبداللہ بن اُبی اور اُس کے ساتھیوں نے کہا اِنَّ ھٰذَا اَمْرٌ قَدْ تَوَجَّہَ کہ یہ چیز تو اب رُکنے والی معلوم نہیں ہوتی چنانچہ بہت سے لوگ خوف کھا کر محض زبان سے کلمہ اسلام پڑھنے لگے۔ مگر چونکہ دل میں کفر چھپا ہوا تھا، اس لئے جوں جوں اسلام و مسلمین کی کامیابی اور غلبہ دیکھتے، دائمًا دل میں جلتے اور غیظ کھاتے تھے۔ غرض ان کی فتنہ پردازی اور مکاری سے کوئی نئی چیز نہیں۔ شروع سے اُن کا یہی وتیرہ رہا ہے۔ جنگ اُحد میں یہ لوگ اپنی جماعت کو لے کر راستہ سے لوٹ آئے تھے۔ مگر آخر دیکھ لیا کہ حق کس طرح غالب ہو کر رہتا ہے اور باطل کیسے ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے۔

(۵۲) ایک بڑے منافق جُدّ بن قیس نے کہا کہ حضرت مجھے تو یہیں رہنے دیجئے۔ رُوم کی عورتیں بہت حسین ہوتی ہیں میں اُنہیں دیکھ کر دل قابو میں نہ رکھ سکونگا۔ تو مجھے وہاں لے جا کر گمراہی میں نہ ڈالئے۔ فرمایا کہ یہ لفظ کہہ کر اور اپنے جبن و کفر پر جھوٹی پرہیزگاری کا پردہ ڈال کر وہ گمراہی کے گڑھے میں گر چکا۔ اور آگے چل کر کفر و نفاق کی بدولت دوزخ کے گڑھے میں گرنے والا ہے۔ بعض نے آیت کو عام منافقین کے حق میں رکھا ہے اور لَا تَفْتِنِّیْ کا مطلب یہ لیا ہے کہ ہم کو ساتھ لیجا کر اموال وغیرہ کے نقصان میں مبتلا نہ کیجئے۔ اس کا جواب اَلَا فِی الْفِتْنَۃِ سَقَطُوْا سے دیا۔

(۵۳) منافقین کی عادت تھی، جب مسلمانوں کو غلبہ و کامیابی نصیب ہوتی تو جلتے اور کڑھتے تھے۔ اور اگر کبھی کوئی سختی کی بات پیش آ گئی مثلاً کچھ مسلمان شہید یا مجروح ہو گئے۔ تو فخریہ کہتے کہ ہم نے از راہ دور اندیشی پہلے ہی اپنے بچاؤ کا انتظام کر لیا تھا ہم سمجھتے تھے کہ یہی حشر ہونے والا ہے لہٰذا ان کے ساتھ گئے ہی نہیں۔ غرض ڈینگیں مارتے ہوئے اور خوشی سے بغلیں بجاتے ہوئے اپنی مجلسوں سے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ

تو کہہ دے تم کیا اُمید کرو گے ہمارے حق میں مگر دو خوبیوں میں سے ایک کی اور ہم اُمیدوار ہیں تمہارے حق میں کہ ڈالے تم پر اللہ

بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝۵۲ قُلْ اَنْفِقُوْا

کوئی عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سو منتظر رہو ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں ۵۴ کہہ دے کہ مال خرچ کرو

طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۳ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ

خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے بیشک تم نافرمان لوگ ہو ۵۵ اور موقوف نہیں ہوا قبول ہونا

مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى

اُن کے خرچ کا مگر اسی بات پر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اُسکے رسول سے اور نہیں آتے نماز کو مگر ہارے جی سے

وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝۵۴

اور خرچ نہیں کرتے مگر بُرے دل سے ۵۶

(۵۴) **منافقین کو جواب** | یعنی سختی یا نرمی جو جس وقت کے لئے مقدر ہے وہ تو ٹل نہیں سکتی، نہ دنیا میں اس سے چارہ ہے مگر ہم

چونکہ ظاہر و باطن سے خدا کو اپنا حقیقی مولا اور پروردگار سمجھتے ہیں، لہٰذا ہماری گردنیں اس کے فیصلے اور حکم کے سامنے پست ہیں کوئی سختی اُس کی فرماں برداری سے باز نہیں رکھتی۔ اور اُسی پر ہم کو بھروسہ ہے کہ وہ عارضی سختی کو آخرت میں بالیقین اور بسا اوقات دنیا میں بھی راحت و خوشی سے تبدیل کر دے گا۔ اندریں صورت تم ہماری نسبت دو بھلائیوں میں سے کسی ایک کی ضرور اُمید کر سکتے ہو اگر خدا کے راستہ میں مارے گئے تو شہادت و جنت اور واپس آئے تو اجر یا غنیمت ضرور مل کر رہے گی۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں حق تعالیٰ نے مجاہد کی نسبت ان چیزوں کا تکفل فرمایا ہے برخلاف اس کے تمہاری نسبت ہم منتظر ہیں کہ دو برائیوں میں سے ایک بُرائی ضرور پہنچ کر رہے گی یا نفاق و شرارت کی بدولت بلاواسطہ قدرت کی طرف سے کوئی عذاب تم پر مسلط ہو گا یا ہمارے ہاتھوں سے خدا تم کو سخت سزا دلوائے گا، جو رسوا کر کے تمہارے نفاق کا پردہ فاش کر دیگی۔ بہرحال تم اور ہم دونوں کو ایک دوسرے کا انجام دیکھنے کے لئے منتظر رہنا چاہیئے۔ آخر معلوم ہو جائیگا کہ دونوں میں زیادہ انجام بیں اور دور اندیش کون تھا۔

(۵۵) **منافقین کے نفقات قبول نہیں** | جد بن قیس نے رومی عورتوں کے فتنہ کا بہانہ کر کے یہ بھی کہا تھا کہ حضرت میں بذات خود نہیں جا سکتا۔ لیکن مالی اعانت کر سکتا ہوں۔ اُس کا جواب دیا کہ بے اعتقاد کا مال قبول نہیں خواہ خوشی سے خرچ کرے یا ناخوشی سے یعنی خوشی سے خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کی اُن کو توفیق کہاں وَلَا یُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ تاہم اگر بالفرض خوشی سے بھی خرچ قبول نہ کرے گا۔ اس کا سبب اگلی آیت میں بتایا ہے۔ ۴

(۵۶) عدم قبول کا اصلی سبب تو ان کا کفر ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواقع میں اشارہ کر چکے کہ کافر کا ہر عمل مردہ اور بے جان ہوتا ہے باقی نماز میں ہارے جی سے آنا، یا بُرے دل سے خرچ کرنا، یہ سب کفر کے ظاہری آثار ہیں۔

فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَ

سو تو تعجب نہ کر اُن کے مال اور اولاد سے یہی چاہتا ہے اللہ کہ اُن کو عذاب میں رکھے ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں اور

تَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۵۵﴾ وَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمۡ لَمِنۡكُمۡ ؕ وَمَا هُمۡ مِّنۡكُمۡ

نکلے اُن کی جان اور وہ اس وقت تک کافر ہی رہیں ف۵۶ اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ وہ بیشک تم میں ہیں اور وہ تم میں نہیں

وَلٰكِنَّهُمۡ قَوۡمٌ یَّفۡرَقُوۡنَ ﴿۵۶﴾ لَوۡ یَجِدُوۡنَ مَلۡجَاً اَوۡ مَغٰرٰتٍ اَوۡ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوۡا اِلَیۡهِ وَ

ولیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں تم سے اگر وہ پائیں کوئی پناہ کی جگہ یا غار یا سر گھسانے کو جگہ تو اُلٹے بھاگیں اُسی طرف

هُمۡ یَجۡمَحُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّلۡمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا رَضُوۡا وَاِنۡ لَّمۡ

رسیاں تڑاتے ف۵۷ اور بعضے اُن میں وہ ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں خیرات بانٹنے میں سو اگر اُن کو ملے اُس میں سے تو راضی ہوں اور اگر نہ

یُعۡطَوۡا مِنۡهَاۤ اِذَا هُمۡ یَسۡخَطُوۡنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ ۙ وَقَالُوۡا

ملے تو جبھی وہ ناخوش ہو جائیں ف۵۸ اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اُسی پر جو دیا اُن کو اللہ نے اور اُس کے رسول نے اور کہتے

حَسۡبُنَا اللّٰهُ سَیُؤۡتِیۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَی اللّٰهِ رٰغِبُوۡنَ ﴿۵۹﴾ ع ۷ / ۱۴

کافی ہے ہم کو اللہ وہ دے گا ہم کو اپنے فضل سے اور اس کا رسول ہم کو تو اللہ ہی چاہیئے ف۶۰

(۵۷) **کفار کی ظاہری خوشحالی کی وجہ** | شبہ گذر سکتا تھا کہ جب یہ ایسے مردود ہیں تو اُن کو مال و اولاد وغیرہ نعمتوں سے کیوں نوازا گیا

ہے۔ اس کا جواب دیا کہ یہ نعمتیں ان کے حق میں بڑا عذاب ہے۔ جس طرح ایک لذیذ اور خوشگوار غذا تندرست آدمی کی صحت و قوت کو بڑھاتی ہے اور فاسد الاخلاط مریض کو ہلاکت سے قریب تر کر دیتی ہے۔ یہ ہی حال ان دنیوی نعمتوں (مال و اولاد وغیرہ) کا سمجھو، ایک کافر کے حق میں یہ چیزیں سوئے مزاج کی وجہ سے زہر ہلاہل ہیں۔ چونکہ کفار دنیا کی حرص و محبت میں غریق ہوتے ہیں، اس لئے اوّل اس کے جمع کرنے میں بیحد کوفت اُٹھاتے ہیں۔ پھر ذرا نقصان یا صدمہ پہنچ گیا تو جس قدر محبت ان چیزوں سے ہے، اُسی قدر غم سوار ہوتا ہے اور کوئی وقت اس کے فکر و اندیشہ اور اُدھیڑ بن سے خالی نہیں جاتا پھر جب موت ان محبوب چیزوں سے جدا کرتی ہے اس وقت کے صدمے اور حسرت کا تو اندازہ کرنا مشکل ہے۔ غرض دنیا کے عاشق اور حریص کو کسی وقت حقیقی چین اور اطمینان میسر نہیں۔ چنانچہ یورپ و امریکہ وغیرہ کے بڑے بڑے سرمایہ داروں کے اقوال اس پر شاہد ہیں۔ باقی مومنین جو دولت اور اولاد کو معبود اور زندگی کا اصلی نصب العین نہیں سمجھتے، چونکہ ان کے دل میں حُبّ دنیا کا مرض نہیں ہوتا اس لئے یہ ہی چیزیں اُن کے حق میں نعمت اور دین کی اعانت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر کفار کثرت مال و اولاد پر مغرور ہو کر کفر و طغیان میں اور زیادہ شدید ہو جاتے ہیں جو اس کا سبب بنتا ہے کہ اخیر دم تک کافر ہی رہیں۔ نیز منافقین مدینہ جن کے حق میں یہ آیات نازل ہوئیں، اُن کا حال یہ تھا کہ بادل ناخواستہ جہاد وغیرہ کے مواقع پر ریاء و نفاق سے مال خرچ کرتے تھے اور اُن کی اولاد میں بعض لوگ مخلص مسلمان ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ یہ دونوں چیزیں منافقین کے منشائے قلبی کے بالکلیہ خلاف تھیں۔ اس طرح اموال و اولاد اُن کے لئے دنیا میں عذاب بن گئے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی یہ تعجب نہ کر کہ بے دین کو اللہ نے نعمت کیوں دی، بے دین کے حق میں اولاد اور مال وبال ہے کہ ان کے پیچھے دل پریشان رہے اور اُن کی فکر سے چھوٹنے نہ پائے مرتے دم تک، تا توبہ کرے یا نیکی اختیار کرے۔"

(۵۸) **منافقین کے نفاق کی وجہ** یعنی محض اس خوف سے کہ کفر ظاہر کریں تو کفار کا سا معاملہ اُن کے ساتھ بھی ہونے لگیگا قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تو تمہاری ہی جماعت (مسلمین) میں شامل ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اگر آج اِن کو کوئی پناہ کی جگہ ملجائے یا کسی غار میں چھپ کر زندگی بسر کر سکیں یا کم از کم ذرا سر گھسانے کی جگہ ہاتھ آجائے، غرض حکومت اسلامی کا خوف نہ رہے، تو سب دعوے چھوڑ کر بے تحاشا اُسی طرف بھاگنے لگیں، چونکہ نہ اسلامی حکومت کے مقابلہ کی طاقت ہے نہ کوئی پناہ کی جگہ ملتی ہے اس لئے قسمیں کھا کھا کر جھوٹی باتیں بناتے ہیں۔

(۵۹) **آنحضرت پر منافقین کا طعن** بعض منافقین اور بعض اعراب (بدّو) صدقات و غنائم کی تقسیم کے وقت دنیوی حرص اور خود غرضی کی راہ سے حضور کی نسبت زبان طعن کھولتے تھے کہ تقسیم میں انصاف کا پہلو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مگر یہ اعتراض اسی وقت تک تھا جب تک اُن کی خواہش کے موافق صدقات وغیرہ میں سے حصّہ نہ دیا جائے۔ اگر اُنہیں خوب جی بھر کر خواہش و حرص کے موافق دیدیا گیا تو خوش ہو جاتے اور کچھ اعتراض نہیں رہتا تھا۔ گویا ہر طرح مال و دولت کو قبلہ مقصود ٹھہرا رکھا تھا۔ آگے بتلاتے ہیں کہ ایک مدعی ایمان کا مطمح نظر یہ نہیں ہونا چاہیئے۔

(۶۰) یعنی بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ خدا پیغمبر کے ہاتھ سے دلوائے اُس پر آدمی راضی و قانع ہو اور صرف خدا پر توکل کرے اور سمجھے کہ وہ چاہے گا تو آئندہ اپنے فضل سے بہت کچھ مرحمت فرمائیگا۔ غرض دنیا کی متاع فانی کو نصب العین نہ بنائے۔ صرف خداوند رب العزت کے قرب و رضا کا طالب ہو اور جو ظاہری و باطنی دولت خدا اور رسول کی سرکار سے ملے اسی پر مسرور و مطمئن ہو۔

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَ

زکوٰۃ جو ہے سو وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے کام پر جانیوالوں کا اور جن کا دل پرچانا منظور ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں اور

الْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٠﴾ وَمِنْهُمُ

جو تاوان بھریں اور اللہ کے رستہ میں اور راہ کے مسافر کو ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۶۱ اور بعضے ان میں

الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِىَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ

بدگوئی کرتے ہیں نبی کی اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو کان ہے تو کہہ کان ہے تمہارے بھلے کے واسطے یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے

لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ

مسلمانوں کی بات کا اور رحمت ہے ایمان والوں کے حق میں تم میں سے اور جو لوگ بدگوئی کرتے ہیں اللہ کے رسول کی ان کے لئے عذاب ہے

اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا

دردناک ف۶۲ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تمہارے آگے تاکہ تم کو راضی کریں اور اللہ کو اور اسکے رسول کو بہت ضرور ہے راضی کرنا اگر وہ ایمان

مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا

رکھتے ہیں ف۶۳ کیا وہ جان نہیں چکے کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ سے اور اسکے رسول سے تو اسکے واسطے ہے دوزخ کی آگ سدا رہے

فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾

اس میں یہی ہے بڑی رسوائی ف۶۴

(۶۱) **زکوٰۃ کے مصارف** چونکہ تقسیم صدقات کے معاملہ میں پیغمبر پر طعن کیا گیا تھا، اس لئے متنبہ فرماتے ہیں کہ صدقات کی تقسیم کا طریقہ خدا کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اُس نے صدقات وغیرہ کے مصارف متعین فرما کر فہرست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ آپ اُسی کے موافق تقسیم کرتے ہیں اور کریں گے۔ کسی کی خواہش کے تابع نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ "خدا نے صدقات (زکوٰۃ) کی تقسیم کو نبی غیر نبی، کسی کی مرضی پر نہیں چھوڑا۔ بلکہ بذات خود اُس کے مصارف متعین کر دیے ہیں۔ جو آٹھ ہیں، "فقراء" (جن کو بقدر حاجت میسر نہ ہو) "عاملین" (جو اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل صدقات وغیرہ کے کاموں پر مامور ہوں) "مؤلفۃ القلوب" (جن کے اسلام لانے کی اُمید ہو یا اسلام میں کمزور ہوں وغیر ذالک من الانواع، اکثر علماء کے نزدیک حضور کی وفات کے بعد یہ مد نہیں رہی) "رقاب" (یعنی غلاموں کا بدل کتابت ادا کر کے آزادی دلائی جائے۔ یا خرید کر آزاد کیے جائیں۔ یا اسیروں کا فدیہ دے کر رہا کرائے جائیں "غارمین" (جن پر کوئی حادثہ پڑا اور مقروض ہو گئے یا کسی کی ضمانت وغیرہ کے بار میں دب گئے) "سبیل اللہ" جہاد وغیرہ میں جانے والوں کی اعانت کی جائے) "ابن السبیل" (مسافر جو حالت سفر میں مالک نصاب نہ ہو، گو مکان پر دولت رکھتا ہو) "حنفیہ" کے یہاں تملیک ہر صورت میں ضروری ہے اور فقر شرط ہے۔ تفصیل فقہ میں ملاحظہ کی جائے۔

(۶۲) **آنحضرت کے لئے منافقین کی بدگوئی** منافقین آپس میں بیٹھ کر اسلام و پیغمبر اسلام کے متعلق بدگوئی کرتے۔ جب کوئی کہتا کہ ہماری یہ باتیں پیغمبر علیہ السلام تک پہنچ جائیں گی تو کہتے، کیا پروا ہے۔ اُن کے سامنے ہم جھوٹی تاویلیں کر کے اپنی براءت کا یقین دلا دیں گے۔ کیونکہ وہ تو کان ہی کان ہیں جو سنتے ہیں فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ اُن کو باتوں میں لے آنا کچھ مشکل نہیں۔ بات یہ تھی کہ حضرت اپنے حیاء و وقار

اور کریم النفسی سے جھوٹے کا جھوٹ پہچانتے تب بھی نہ پکڑتے۔ خلق عظیم کی بناء پر مسامحت اور تغافل برتتے اور وہ بے وقوف جانتے کہ آپ نے سمجھا ہی نہیں۔ حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ اگر وہ کان ہی ہیں تو تمہارے بھلے کے واسطے ہیں۔ نبی کی یہ خو تمہارے حق میں بہتر ہے نہیں تو اوّل تم پکڑے جاؤ گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور کی اس چشم پوشی اور خلق عظیم پر کسی وقت مطلع ہو کر تمہیں ہدایت ہو جائے۔ تمہاری جھوٹی باتوں پر نبی علیہ السّلام کا سکوت اس لئے نہیں کہ انہیں واقعی تمہارا یقین آجاتا ہے۔ یقین تو اُن کو اللہ پر ہے اور ایمانداروں کی بات پر۔ ہاں تم میں سے جو دعوئے ایمان رکھتے ہیں، اُن کے حق میں آپ کی خاموشی و اغماض ایک طرح کی رحمت ہے کہ فی الحال منہ توڑ تکذیب کر کے اُن کو رسوا نہیں کیا جاتا۔ باقی منافقین کی حرکات شنیعہ خدا سے پوشیدہ نہیں۔ رسول کی پیٹھ پیچھے جو بدگوئی کرتے ہیں یا "هُوَ اُذُنٌ" کہہ کر آپ کو ایذا پہنچاتے ہیں، اُس پر سزائے سخت کے منتظر رہیں۔

(۶۳) حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "کسی وقت حضرت اُن کی دغا بازی پکڑتے تو مسلمانوں کے رُوبرو قسمیں کھاتے کہ ہمارے دل میں بُری نیت نہ تھی۔ تاکہ اُن کو راضی کر کے اپنی طرف کر لیں۔ نہ سمجھے کہ یہ فریب بازی خدا اور رسول کے ساتھ کام نہیں آتی" اگر دعوئے ایمان میں واقعی سچے ہیں تو دوسروں کو چھوڑ کر خدا اور رسول کو راضی کرنے کی فکر کریں۔

(۶۴) یعنی جس رسوائی سے بچنے کے لئے نفاق اختیار کیا ہے، اُس سے بڑی رسوائی یہ ہے۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ

ڈرا کرتے ہیں منافق اس بات سے کہ نازل ہو مسلمانوں پر ایسی سورت کہ جتادے اُن کو جو اُن کے دل میں ہے تو کہہ دے ٹھٹھے کرتے رہو

اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ

اللہ کھول کر رہیگا اس چیز کو جس کا تم کو ڈر ہے ف۶۵ اور اگر تو اُن سے پوچھے تو وہ کہیں گے ہم تو بات چیت کرتے تھے اور دل لگی ف۶۶

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ

تو کہہ کیا اللہ سے اور اُسکے حکموں سے اور اُسکے رسول سے تم ٹھٹھے کرتے تھے ف۶۷ بہانے مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے اظہار ایمان کے پیچھے

ع ۸ / ۱۴ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ

اگر ہم معاف کر دینگے تم میں سے بعضوں کو تو البتہ عذاب بھی دینگے بعضوں کو اس سبب سے کہ وہ گنہگار تھے ف۶۸ منافق مرد اور

وقف لازم الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ

منافق عورتیں سب کی ایک چال ہے سکھائیں بات بُری اور چھڑائیں بات بھلی اور بند رکھیں

اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ

اپنی مٹھی بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا اُنکو تحقیق منافق وہی ہیں نافرمان ف۶۹ وعدہ دیا ہے اللہ نے منافق مرد اور منافق عورتوں کو

وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾

اور کافروں کو دوزخ کی آگ کا پڑے رہیں گے اُس میں وہی بس ہے اُن کو ف۷۰ اور اللہ نے انکو پھٹکار دیا اور اُنکے لئے عذاب ہے برقرار رہنے والا ف۷۱

(۶۵) **منافقین کا نفاق کھولا جائیگا** منافقین اپنی مجلسوں میں اسلام و پیغمبر اسلام کی بدگوئی کرتے، مومنین صادقین پر آوازے کستے

مہمات دین کا مذاق اُڑاتے، پھر جب خیال آتا کہ ممکن ہے یہ باتیں حضور تک پہنچ جائیں، تو کہتے کیا مضائقہ ہے وہ تو کان ہی کان ہیں ہم اُن کے رُو برو تاویل و تلمیع کر دیں گے، سُن کر اسی کو قبول کر لیں گے۔ مگر چونکہ بسا اوقات وحی الٰہی کے ذریعہ سے اُن کے نفاق و بد باطنی کی قلعی کھلتی رہتی تھی، اس لئے یہ ڈر بھی لگا رہتا تھا کہ کوئی سورت قرآن میں ایسی نازل نہ ہو جائے جو ہمارے مخاطبات سرّیہ و نیاتِ خفیہ کا پردہ فاش کر دے۔ اصل یہ ہے کہ منافقین کا قلب جبن و کمزوری سے کسی ایک طرف قائم نہ ہوتا تھا۔ اُن کے دل ہر وقت دُگدا میں رہتے تھے۔ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اغماض و کریم النفسی کو دیکھ کر کچھ تسلی حاصل کرتے مگر صاعقہ قرآنی کی گرج سے پھر دہلنے لگتے تھے اسی لئے فرمایا کہ بہتر ہے، تم ٹھٹھے کرتے رہو اور استہزاء و تمسخر کا عمل جاری رکھو اور پیغمبر کی نسبت "هُوَ اُذُنٌ" کہہ کر تسلی کر لو۔ لیکن خدا اُس چیز کو ضرور کھول کر رہے گا جس کا تم کو ڈر لگا ہوا ہے وہ تمہارے مکر و خداع کا تار تار بکھیر کر رکھ دیگا۔

(۶۶) **آنحضرت کی منافقین سے باز پرس** "تبوک" میں جاتے ہوئے بعض منافقین نے ازراہ تمسخر کہا۔ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھو کہ شام کو محلات اور روم کے شہروں کو فتح کر لینے کا خواب دیکھتا ہے۔ انہوں نے رومیوں کی جنگ کو عربوں کی باہمی جنگ پر قیاس کر رکھا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ کل ہم سب رومیوں کے سامنے رسیوں میں بندھے ہوئے کھڑے ہونگے۔ یہ ہمارے قراء (صحابہ رضی اللہ عنہم) پیٹو، جھوٹے اور نامرد ہے کیا روم کی باقاعدہ فوجوں سے جنگ کریں گے"، وغیرہ ذٰلک من الھفوات۔ اس قسم کے مقولے جو مسلمانوں کو روم سے مرعوب و ہیبت زدہ کرنے اور شکستہ خاطر بنانے کے لئے کہہ رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نقل ہوئے۔ آپ نے بلا کر باز پرس کی تو کہنے لگے کہ حضرت! کیا ہم کہیں سچ مچ ایسا اعتقاد تھوڑا ہی رکھتے ہیں؟ محض خوش وقتی و دل لگی کے طور پر کچھ کہہ رہے تھے کہ باتوں میں بآسانی سفر کٹ جائے۔

(۶۷) **اللہ کی آیات سے استہزاء** یعنی کیا دل لگی اور خوش وقتی کا موقع و محل یہ ہے کہ اللہ و رسول اور ان کے احکام کے ساتھ ٹھٹھا کیا جائے؟ خدا و رسول کا استہزاء اور احکام الٰہیہ کا استخفاف تو وہ چیز ہے کہ اگر محض زبان سے دل لگی کے طور پر کیا جائے، وہ بھی کفر عظیم ہے چہ جائیکہ منافقین کی طرح ازراہ شرارت و بد باطنی ایسی حرکت سرزد ہو۔

(۶۸) یعنی جھوٹے عذر تراشنے اور حیلے حوالوں سے کچھ فائدہ نہیں۔ جن کو نفاق و استہزاء کی سزا ملنی ہے مل کر رہے گی۔ ہاں جو اب بھی صدق دل سے توبہ کر کے اپنے جرائم سے باز آجائیں گے، انہیں خدا معاف کر دیگا، یا جو پہلے ہی سے باوجود کفر و نفاق کے اس طرح کے فتنہ انگیزی اور استہزاء سے علیحدہ رہے ہیں، انہیں استہزاء و تمسخر کی سزا یہاں نہ ملے گی۔

(۶۹) **اللہ نے منافقین کو بھلا دیا** یعنی سب سے بڑے نافرمان یہی بد باطن منافق ہیں جن کے مرد و عورت، زبانی اقرار و اظہار اسلام کے باوجود شب و روز اسی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں کہ ہر قسم کے حیلے اور فریب کر کے لوگوں کو اچھی باتوں سے بیزار اور بُرے کاموں پر آمادہ کریں۔ خرچ کرنے کے اصلی موقعوں پر مٹھی بند رکھیں۔ غرض کلمہ پڑھتے رہیں لیکن نہ ان کی زبان سے کسی کو بھلائی پہنچے نہ مال سے۔ جب یہ خدا کو ایسا چھوڑ بیٹھے تو خدا نے بھی ان کو چھوڑ دیا۔ چھوڑ کر کہاں گرایا؟ اُس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

(۷۰) یعنی یہ ایسی کافی سزا ہے جس کے بعد دوسری سزا کی ضرورت نہیں رہتی۔

(۷۱) شاید یہ مطلب ہو کہ دنیا میں بھی خدا کی پھٹکار (لعنت) کا اثر برابر پہنچتا رہیگا۔ یا پہلے جملہ کی تاکید ہے۔ واللہ اعلم۔

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ

جس طرح تم سے اگلے لوگ زیادہ تھے تم سے زور میں اور زیادہ رکھتے تھے مال اور اولاد پھر فائدہ اٹھا گئے اپنے حصہ سے وے

فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ

پھر فائدہ اٹھایا تم نے اپنے حصہ سے جیسے فائدہ اٹھاگئے تم سے اگلے اپنے حصہ سے اور تم بھی چلتے ہو انہی کی سی

خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ

چال ف۳ وہ لوگ مٹ گئے اُن کے عمل دنیا میں اور آخرت میں اور وہی لوگ پڑے نقصان میں ف۴ کیا پہنچی

يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ

نہیں اُن کو خبر اُن لوگوں کی جو اُن سے پہلے تھے قوم نوح کی اور عاد کی اور ثمود کی اور قوم ابراہیم کی اور مدین والوں کی

مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ

اور اُن بستیوں کی خبر جو اُلٹ دی گئی تھیں ف۵ پہنچے انکو پاس انکے رسول صاف حکم لے کر سو اللہ تو ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ

وقف لازم

وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے ف۶ اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں

يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ

سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بُری بات سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور

يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾

حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اُسکے رسول کے وہی لوگ ہیں جن پر رحم کرے گا اللہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۷

(۲۷) یعنی دنیوی لذائذ کا جو حصہ اُن کے لئے مقدر تھا، اُس سے فائدہ اُٹھاگئے اور آخری انجام کا خیال نہ کیا۔

(۳۷) یعنی تم بھی اُن کی طرح آخری انجام کے تصور سے غافل ہو کر دنیا کی متاع فانی سے جتنا مقدر ہے حصہ پا رہے ہو اور ساری چال ڈھال انہی کی سی رکھتے ہو، تو سمجھ لو جو حشر اُن کا ہوا وہ ہی تمہارا بھی ہوسکتا ہے اُن کے پاس مال و اولاد اور جسمانی قوتیں تم سے زائد تھیں پھر انتقام الٰہی کی گرفت سے نہ بچ سکے تو تم کو کاہے پر بھروسہ ہے جو خدائی سزا سے اس قدر بے فکر ہو بیٹھے ہو۔

(۴۷) یعنی کوئی دنیوی و اُخروی برکت و کرامت انہیں نصیب نہ ہوئی۔ باقی دنیوی لذائذ کا جو حصہ بظاہر ملا۔ وہ فی الحقیقت اُن کے حق میں استدراج اور عذاب تھا، جیسا کہ دُور کوع پہلے "فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ" الخ کے فوائد میں گذر چکا اور اُس سے پیشتر بھی کئی مواقع میں لکھا جاچکا ہے۔

(۵۷) **پچھلے انبیاء کی تکذیب کا انجام** قوم نوح طوفان سے "عاد" آندھی سے "ثمود" صیحہ (چیخ) سے ہلاک ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام کی حق تعالیٰ نے عجیب و غریب خارق عادت طریقہ سے تائید فرمائی۔ جنہیں دیکھ کر اُن کی قوم ذلیل و ناکام ہوئی، اُن کا بادشاہ نمرود نہایت بدحالی کی موت مارا گیا۔ اصحاب مدین صیحہ (چیخ) رجفہ (زلزلہ) وغیرہ سے تباہ ہوئے۔ قوم لوط کی بستیاں اُلٹ دی گئیں اور اُوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ ان سب اقوام کا قصہ (بجز قوم ابراہیم کے) سورۂ اعراف میں گذر چکا۔

(۶۷) یعنی خدا کسی کو بلا وجہ اور بے موقع سزا نہیں دیتا۔ لوگ خود ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جن کے بعد عذاب الٰہی کا آنا ناگزیر ہے

(۷۷) **مومنین کی صفات** ابتدائے رکوع میں منافقین کے اوصاف بیان ہوئے تھے۔ یہاں بطور مقابلہ مومنین کی صفات ذکر کر کے

گئیں۔ یعنی جبکہ منافقین لوگوں کو بھلائی سے روک کر بُرائی کی ترغیب دیتے ہیں۔ مومنین بدی کو چھڑا کر نیکی کی طرف آمادہ کرتے ہیں۔ منافقین کی مٹھی بند ہے۔ مومنین کا ہاتھ کُھلا ہوا ہے۔ وہ بخل کی وجہ سے خرچ کرنا نہیں جانتے یہ اموال میں سے باقاعدہ حقوق (زکوٰۃ وغیرہ) ادا کرتے ہیں۔ اُنہوں نے خدا کو بالکل بُھلا دیا، یہ پانچ وقت خدا کو یاد کرتے اور تمام معاملات میں خدا اور رسول کے احکام پر چلتے ہیں۔ اسی لئے وہ مستحق لعنت ہوئے اور یہ رحمتِ خصوصی کے اُمیدوار ٹھہرے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا کہ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں رہا کریں انہی میں

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع ۹ ۱۵

اور ستھرے مکانوں کا رہنے کے باغوں میں اور رضامندی اللہ کی ان سب سے بڑی ہے یہی ہے بڑی کامیابی ف ۷۸

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ

اے نبی لڑائی کر کافروں سے اور منافقوں سے اور تندخوئی کر اُن پر اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُرا

الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ

ٹھکانا ہے ف ۷۹ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ ہم نے نہیں کہا اور بیشک کہا ہے اُنہوں نے لفظ کفر کا اور منکر ہو گئے مسلمان ہو کر ف ۸۰

وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ

اور قصد کیا تھا اس چیز کا جو اُن کو نہ ملی ف ۸۱ اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا کہ دولتمند کر دیا اُن کو اللہ نے اور اُسکے رسول نے اپنے فضل سے سو اگر

يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ

توبہ کر لیں تو بھلا ہے اُن کے حق میں اور اگر نہ مانیں گے تو عذاب دیگا اُنکو اللہ عذاب دردناک دنیا اور آخرت میں

وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾

اور نہیں اُن کا روئے زمین پر کوئی حمایتی اور نہ مددگار ف ۸۲

(۷۸) **اللہ کی رضا تمام نعمتوں سے بڑی ہے** یعنی تمام نعمائے دنیوی و اُخروی سے بڑھ کر حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے۔ جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا مقام ہے۔ حق تعالیٰ مومنین کو جنت میں ہر قسم کی جسمانی و روحانی نعمتیں اور مسرتیں عطا فرمائے گا۔ مگر سب سے بڑی نعمت محبوبِ حقیقی کی دائمی رضا ہوگی۔ حدیث صحیح میں ہے کہ حق تعالیٰ اہل جنت کو پکارے گا جنتی "لبیک" کہیں گے۔ دریافت فرمائے گا "هَلْ رَضِيْتُمْ" یعنی اب تم خوش ہو گئے۔ جواب دیں گے کہ پروردگار! خوش نہ ہونے کی کیا وجہ؟ جبکہ آپ نے ہم پر انتہائی انعام فرمایا ہے۔ ارشاد ہوگا "هَلْ اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ" یعنی جو کچھ اب تک دیا گیا ہے کیا اس سب سے بڑھ کر ایک چیز لینا چاہتے ہو؟ جنتی سوال کریں گے کہ اے پروردگار! اس سے افضل اور کیا چیز ہوگی؟ اس وقت فرمائیں گے "اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا" اپنی دائمی رضا اور خوشنودی تم پر اُتارتا ہوں، جس کے بعد کبھی خفگی اور ناخوشی نہ ہوگی رزقنا اللہ وسائر المومنین ھذہ الکرامۃ العظیمۃ الباھرۃ۔

(۷۹) **منافقین سے سختی کا حکم** "جہاد" کے معنی ہیں کسی ناپسندیدہ چیز کے دفع کرنے میں انتہائی کوشش کرنا۔ یہ کوشش کبھی ہتھیار سے ہوتی ہے، کبھی زبان سے، کبھی قلم سے، کبھی کسی اور طریق سے، منافقین (جو زبان سے اسلام کا اظہار کریں اور دل سے مسلمان نہ ہوں) اُن کے مقابلہ میں جہاد بالسیف جمہور اُمت کے نزدیک مشروع نہیں، نہ عہد نبوت میں ایسا واقع ہوا۔ اسی لئے جہاد کا لفظ اس آیت میں عام رکھا گیا ہے۔ یعنی تلوار سے، زبان سے، قلم سے، جس وقت جس کے مقابلہ میں جس طرح مصلحت ہو جہاد کیا جائے۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ اگر منافقین کا نفاق بالکل عیاں ہو جائے تو اُن پر بھی جہاد بالسیف کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال غزوہ تبوک نے چونکہ منافقین کا نفاق بہت آشکارا کر دیا تھا۔ اس لئے اس آیت میں اُن کی نسبت ذرا سخت رویہ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور پر نہایت نرم خو واقع ہوئے تھے۔ "فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ" (آل عمران رکوع ۱۷) پھر حق تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا "وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" (شعراء رکوع ۱۱) چونکہ منافقین بھی بظاہر مومنین کے زمرہ میں شامل رہتے تھے، اس لئے حضورؐ اُن کے ساتھ بھی درگذر، چشم پوشی اور نرم خوئی کا معاملہ فرماتے تھے۔ تبوک کے موقع پر جب منافقین نے کھلم کھلا بیباکی عناد، اور دشمنی کا انداز اختیار کر لیا تو حکم ہوا کہ اب ان کے معاملہ میں سختی اختیار کیجئے، یہ شریر خوش اخلاقی اور نرمی سے ماننے والے نہیں ہیں۔

(۸۰) **منافقین کے کفر کی تصدیق** منافقین پیچھے بیٹھ کر پیغمبر علیہ السلام کی اور دین اسلام کی اہانت کرتے، جیسا کہ سورۂ منافقون میں آئیگا جب کوئی مسلمان حضور تک اُن کی باتیں پہنچا دیتا تو اُس کی تکذیب کرتے اور قسمیں کھا لیتے کہ ہم نے فلاں بات نہیں کی۔ حق تعالیٰ نے مسلمان راویوں کی تصدیق فرمائی کہ بیشک انہوں نے وہ باتیں زبان سے نکالی ہیں۔ اور دعوئے اسلام کے بعد مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام کی نسبت وہ کلمات کہے ہیں جو صرف منکرین کی زبان سے نکل سکتے ہیں۔

(۸۱) **آنحضرتؐ کے قتل کی کوشش** غزوہ تبوک سے واپسی میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک پہاڑی راستہ کو تشریف لیجا رہے تھے۔ تقریباً بارہ[۱۲] منافقین نے چہرے چھپا کر رات کی تاریکی میں چاہا کہ آپ پر ہاتھ چلائیں اور معاذ اللہ پہاڑی سے گرا دیں۔ حضور کے ساتھ حذیفہؓ اور عمّارؓ تھے۔ عمّار کو انہوں نے گھیر لیا تھا، مگر حذیفہ نے مار مار کر اُن کی اونٹنیوں کے منہ پھیر دیے۔ چونکہ چہرے چھپائے ہوئے تھے۔ حذیفہ وغیرہ نے اُن کو نہیں پہچانا۔ بعدہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ و عمّار رضی اللہ عنہما کو نام بنام اُن کے پتے بتا دیے۔ مگر منع فرما دیا کہ کسی پر ظاہر نہ کریں۔ اسی واقعہ کی طرف وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا میں اشارہ ہے کہ جو ناپاک قصد انہوں نے کیا، خدا کے فضل سے پورا نہ ہوا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ کسی موقع پر لشکر اسلام میں کچھ خانہ جنگی ہو گئی تھی منافقین نے اغواء کر کے مہاجرین و انصار میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ حضرت نے اصلاح فرما دی جیسا کہ سورۂ منافقون میں آئیگا۔

(۸۲) یعنی حضورؐ کی دعاء سے خدا نے انہیں دولتمند کر دیا قرضوں کے بار سے سبکدوش ہوئے، مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے رہنے کی وجہ سے غنائم میں حصہ ملتا رہا، حضور کی برکت سے پیداوار اچھی ہوئی، ان احسانات کا بدلہ یہ دیا کہ خدا اور رسول کے ساتھ دغابازی کرنے لگے اور ہر طرح پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو ستانے پر کمر باندھ لی۔ اب بھی اگر توبہ کر کے شرارتوں اور احسان فراموشیوں سے باز آجائیں تو اُن کے حق میں بہتر ہے۔ ورنہ خدا دنیا و آخرۃ میں وہ سزا دے گا جس سے بچانے والا روئے زمین پر کوئی نہ ملے گا بعض روایات میں ہے کہ "جلاس" نامی ایک شخص یہ آیات سُن کر صدق دل سے تائب ہوا۔ اور آئندہ اپنی زندگی خدمت اسلام میں قربان کر دی۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور بعضے اُن میں وہ ہیں کہ عہد کیا تھا اللہ سے اگر دیوے ہم کو اپنے فضل سے تو ہم ضرور خیرات کریں اور ہو رہیں ہم نیکی والوں میں

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا

پھر جب دیا اُن کو اپنے فضل سے تو اس میں بخل کیا اور پھر گئے ٹلا کر ف۸۳ پھر اس کا اثر رکھ دیا نفاق

فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ

اُن کے دلوں میں جس دن تک کہ وہ اس سے ملیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف کیا اللہ سے جو وعدہ اس سے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ بولتے تھے جھوٹ ف۸۴ کیا وہ

يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾ اَلَّذِيْنَ

جان نہیں چکے کہ اللہ جانتا ہے اُن کا بھید اور اُن کا مشورہ اور یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے سب چھپی باتوں کو ف۸۵ وہ لوگ جو

يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ

طعن کرتے ہیں اُن مسلمانوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور اُن پر جو نہیں رکھتے مگر اپنی محنت کا

فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

پھر اُن پر ٹھٹھے کرتے ہیں اللہ نے اُن سے ٹھٹھا کیا ہے اور اُن کے لئے عذاب دردناک ہے ف۸۶

(۸۳) **ثعلبہ بن حاطب کا واقعہ** ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری نے حضرت سے عرض کیا کہ میرے حق میں دولتمند ہو جانے کی دعاء فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ثعلبہ! تھوڑی چیز جس پر تو خدا کا شکر ادا کرے، اُس بہت چیز سے اچھی ہے جس کے حقوق ادا نہ کر سکے۔ اس نے پھر وہی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ! کیا تجھے پسند نہیں کہ میرے نقش قدم پر چلے۔ آپ کے انکار پر اُس کا اصرار بڑھتا رہا اس نے وعدہ کیا کہ اگر خدا مجھ کو مال دے گا میں پوری طرح حقوق ادا کرونگا۔ آخر حضور نے دعاء فرمائی، اس کی بکریوں میں اس قدر برکت ہوئی کہ مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں رہنے کی ضرورت پڑی اور اتنا پھیلاوا ہوا کہ ان میں مشغول ہو کر رفتہ رفتہ جمعہ و جماعات بھی ترک کرنے لگا۔ کچھ دنوں بعد حضور کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے محصل پہنچے تو کہنے لگا کہ زکوٰۃ تو جزیہ کی بہن معلوم ہوتی ہے۔ دو ایک دفعہ ٹلا کر آخر زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ حضور نے تین مرتبہ فرمایا "وَیحَ ثعلبہ" اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ جب اس کے بعض اقارب نے اس کی خبر پہنچائی تو بادل ناخواستہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ سن کر اُس نے بہت ہائے واویلا کی کیونکہ حضور کا زکوٰۃ قبول نہ کرنا اس کے لئے بڑی عار کی بات تھی۔ بدنامی کے تصور سے سر پر خاک ڈالتا تھا۔ مگر دل میں نفاق چھپا ہوا تھا۔ پھر حضور کے بعد ابوبکر صدیق کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ انہوں نے بھی قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ پھر حضرت عمرؓ اور اُن کے بعد حضرت عثمانؓ کی خدمت میں زکوٰۃ پیش کی، دونوں نے انکار فرمایا۔ ہر ایک یہ ہی کہتے تھے کہ جو چیز نبی کریم ؐ نے رد کر دی، ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے۔ آخر اسی حالت نفاق پر حضرت عثمان کے عہد میں اس کا خاتمہ ہوا۔

(۸۴) یعنی خدا سے صریح وعدہ خلافی کرنے اور جھوٹ بولتے رہنے کی سزا میں ان کے بخل و اعراض کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ کے لئے نفاق کی جڑ ان کے دلوں میں قائم ہو گئی جو موت تک نکلنے والی نہیں۔ اور یہ ہی "سنۃ اللہ" ہے کہ جب کوئی شخص اچھی یا بُری خصلت خود اختیار کر لیتا ہے تو کثرت مزاولت و ممارست سے وہ دائمی بن جاتی ہے۔ بُری خصلت کے اسی دوام و استحکام کو کبھی ختم و طبع (مُہر لگانے)

سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

(۸۵) یعنی خواہ کیسے ہی وعدے کریں، باتیں بنائیں، یا مجبور ہو کر مال پیش کریں۔ خدا ان کے ارادوں اور نیتوں کو خوب جانتا ہے اور اپنے ہم مشربوں کے ساتھ بیٹھ کر جو مشورے کرتے ہیں، اُن سے پوری طرح آگاہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ کا وعدہ اور گھبرا کر زکوٰۃ حاضر کرنا کس دل اور کیسی نیت سے تھا۔

(۸۶) **منافقین کا استہزاء اور طعن** ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چار ہزار (دینار یا درہم) حاضر کر دیے۔ عاصم بن عدی نے ایک سو وسق کھجوریں (جن کی قیمت چار ہزار درہم ہوتی تھی) پیش کیں۔ منافقین کہنے لگے کہ ان دونوں نے دکھلاوے اور نام ونمود کو اتنا دیا ہے۔ ایک غریب صحابی ابو عقیل حبحاب نے جو محنت ومشقت سے تھوڑا سا کما کر لائے اس میں ایک صاع تمر صدقہ کیا تو مذاق اڑانے لگے کہ یہ خواہ مخواہ زور آوری سے لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ بھلا اس کی ایک صاع کھجوریں کیا پکار کریں گی۔ غرض تھوڑا دینے والا اور بہت خرچ کرنے والا کوئی اُن کی زبان سے بچتا نہ تھا۔ کسی پر طعن، کسی سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ (اللہ نے اُن سے ٹھٹھا کیا ہے) یعنی اُن کے طعن وتمسخر کا بدلہ دیا، بظاہر تو وہ چند روز کے لئے مسخراپن کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیے گئے ہیں، لیکن فی الحقیقت اندر ہی اندر سکھ کی جڑیں کٹتی چلی جا رہی ہیں۔ اور عذاب الیم اُن کے لئے تیار ہے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ

تو اُنکے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر اُن کے لئے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے گا اُن کو

ع ۱۰/۱۶ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ۧ۸۰ فَرِحَ

اللہ یہ اس واسطے کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اُسکے رسول سے اور اللہ رستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو ف۸۷ خوش ہو گئے

الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے جدا ہو کر رسول اللہ سے اور گھبرائے اس سے کہ لڑیں اپنے مال سے اور جان سے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ

اللہ کی راہ میں ف۸۸ اور بولے کہ مت کوچ کرو گرمی میں ف۸۹ تو کہہ دوزخ کی آگ سخت گرم ہے اگر

كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸۲

اُن کو سمجھ ہوتی ف۹۰ سو وہ ہنس لیویں تھوڑا اور رو دیں بہت سا بدلا اُس کا جو وہ کماتے تھے ف۹۱

(۸۷) **منافقین کے لئے استغفار عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ** یعنی منافقین کے لئے آپ کتنی ہی مرتبہ استغفار کیجئے اُن کے حق میں بالکل بیکار اور بے فائدہ ہے۔ خدا ان بدبخت کافروں اور نافرمانوں کو کبھی معاف نہ کریگا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ مدینہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کا انتقال ہوا۔ آپ نے قمیص مبارک کفن میں دیا، لعاب مبارک اُس کے منہ میں ڈالا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دعائے مغفرت کی۔ حضرت عمرؓ اس معاملہ میں آڑے آتے تھے اور کہتے تھے کہ یا رسول اللہ! یہ وہ ہی خبیث تو ہے جس نے فلاں فلاں وقت ایسی ایسی نالائق حرکات کیں۔ ہمیشہ کفر ونفاق کا علمبردار رہا۔ کیا حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا "اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ

فَلَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَہُمۡ" آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! مجھ کو استغفار سے منع نہیں کیا گیا۔ بلکہ آزاد رکھا گیا ہے کہ استغفار کروں یا نہ کروں۔ یہ خدا کا فعل ہے کہ اُن کو معاف نہ کرے۔ یعنی اُن کے حق میں میرا استغفار نافع نہ ہو (سو اُن کے حق میں نہ سہی، ممکن ہے دوسروں کے حق میں میرا یہ طرزِ عمل نافع ہو جائے دوسرے لوگ سب سے بڑے موذی دشمن کے حق میں نبی کے اس وسعت اخلاق اور وفورِ رحمت وشفقت کو دیکھ کر اسلام و پیغمبر اسلام کے گرویدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا) صحیح بخاری کی ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ستر مرتبہ سے زائد استغفار کرتا۔" گویا اس جملہ میں حضورؐ نے متنبہ فرما دیا کہ حضرت عمرؓ کی طرح آپ بھی اس کے حق میں استغفار کو غیر مفید تصور فرما رہے تھے۔ فرق اس قدر ہے کہ حضرت عمرؓ کی نظر "بغض فی اللہ" کے جوش میں صرف اسی نقطہ پر مقصور تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میت کے فائدہ سے قطع نظر فرما کر عام پیغمبرانہ شفقت کا اظہار اور احیاء کے فائدہ کا خیال فرما رہے تھے۔ لیکن آخر کار وحی الٰہی "وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِہٖ" نے صریح طور پر منافقین کا جنازہ پڑھنے یا ان کے اہتمام دفن وکفن وغیرہ میں حصہ لینے کی ممانعت کر دی۔ کیونکہ اس طرزِ عمل سے منافقین کی ہمت افزائی اور مومنین کی دل شکستگی کا احتمال تھا۔ اس وقت سے حضورؐ نے کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔

(۸۸) **منافقین کی سزا** یہ اُن منافقین کے متعلق ہے جو غزوہ تبوک کی شرکت سے علیحدہ رہے۔ یعنی منافقین کا حال یہ ہے کہ بُرائی اور عیب کا کام کر کے خوش ہوتے ہیں، نیکی سے گھبرا کر دور بھاگتے ہیں۔ اور جیسا کہ پہلے گذرا نیکی کرنے والوں پر طعن کرتے اور آوازے کستے ہیں۔ ایسی قوم کو نبی کے استغفار سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یہاں سے گنہگار اور بد اعتقاد کا فرق نکلتا ہے۔ گناہ ایسا کون سا ہے جو پیغمبر کے بخشوانے سے نہ بخشا جائے "وَلَوۡ اَنَّہُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ جَآءُوۡکَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰہَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَہُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا" (نساء رکوع ۹) لیکن بد اعتقاد کو پیغمبر کا ستر مرتبہ استغفار فائدہ نہ دے۔

(۸۹) یا تو منافقین آپس میں ایک دوسرے کو کہتے تھے اور یا بعض مومنین سے کہتے ہوں گے کہ اُن کی ہمتیں سست ہو جائیں۔

(۹۰) یعنی اگر سمجھ ہوتی تو خیال کرتے کہ یہاں کی گرمی سے بچ کر جس گرمی کی طرف جا رہے ہو وہ کہیں زیادہ سخت ہے یہ تو وہی مثال ہوئی کہ دھوپ سے بھاگ کر آگ کی پناہ لی جائے حدیث میں ہے کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ کی نہتر درجہ زیادہ تیز ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

(۹۱) یعنی چند روز اپنی حرکات پر خوش ہو لو اور ہنس لو۔ پھر ان کرتوتوں کی سزا میں ہمیشہ کو رونا ہے۔

فَاِنۡ رَّجَعَکَ اللّٰہُ اِلٰی طَآئِفَۃٍ مِّنۡہُمۡ فَاسۡتَاۡذَنُوۡکَ لِلۡخُرُوۡجِ فَقُلۡ لَّنۡ تَخۡرُجُوۡا مَعِیَ

سو اگر پھر لیجائے تجھ کو اللہ کسی فرقہ کی طرف اُن میں سے ف۹۲ پھر اجازت چاہیں تجھ سے نکلنے کی تو تو کہہ دینا کہ تم ہرگز نہ نکلو گے میرے ساتھ

اَبَدًا وَّلَنۡ تُقَاتِلُوۡا مَعِیَ عَدُوًّا ؕ اِنَّکُمۡ رَضِیۡتُمۡ بِالۡقُعُوۡدِ اَوَّلَ مَرَّۃٍ فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخٰلِفِیۡنَ (۸۳)

کبھی اور نہ لڑو گے میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے تم کو پسند آیا بیٹھ رہنا پہلی بار سو بیٹھے رہو پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ف۹۳

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِہٖ ؕ اِنَّہُمۡ کَفَرُوۡا بِاللّٰہِ وَ

اور نماز نہ پڑھ اُن میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑا ہو اُس کی قبر پر ف۹۴ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور

رَسُوۡلِہٖ وَمَاتُوۡا وَہُمۡ فٰسِقُوۡنَ (۸۴)

اُس کے رسول سے اور وہ مر گئے نافرمان ف۹۵

(۹۲) حضور تبوک میں تھے اور منافقین مدینہ میں۔ ممکن تھا کہ بعض منافقین آپ کی واپسی سے قبل مر جائیں، اس لئے "اِلٰی طَآئِفَۃٍ مِّنْھُمْ" فرمایا۔

(۹۳) **منافقین کو جہاد میں شریک کرنے کی ممانعت** یعنی اب اگر یہ لوگ کسی دوسرے غزوہ میں ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو فرما دیجئے کہ بس! تمہاری ہمت و شجاعت کا بھانڈا پھوٹ چکا اور تمہارے دلوں کا حال پہلی مرتبہ کھل چکا، نہ تم کبھی ہمارے ساتھ نکل سکتے ہو اور نہ دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں بہادری دکھا سکتے ہو، لہٰذا اب تم کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں عورتوں بچوں، اپاہج اور ناتواں بڈھوں کے ساتھ گھر میں گھسے بیٹھے رہو اور جس چیز کو پہلی دفعہ تم نے اپنے لئے پسند کر لیا ہے مناسب ہے کہ اُسی حالت پر مرو۔ تاکہ اچھی طرح عذاب الٰہی کا مزہ چکھو۔

(۹۴) یعنی دعاء و استغفار کے لئے یا اہتمام دفن کے لئے۔

(۹۵) **منافقین کی نماز جنازہ کی ممانعت** یہ آیت عبداللہ بن اُبی کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی، جیسا کہ چند آیات پہلے ہم مفصل بیان کر چکے ہیں اس آیت کے نزول کے بعد منافقین کا جنازہ پڑھنا قطعاً ممنوع ہو گیا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ احتیاطاً ایسے شخص کا جنازہ نہ پڑھتے تھے جس کی نماز میں حضرت حذیفہ شریک نہ ہوں۔ کیونکہ اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے منافقین کا نام بنام علم کرا دیا تھا۔ اِسی لئے اُن کا لقب "صاحبِ سرِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ہوا۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ
اور تعجب نہ کر اُن کے مال اور اولاد سے اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ عذاب میں رکھے اُنکو اُن چیزوں کے باعث دنیا میں اور نکلے اُن

اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ
کی جان اور وہ اس وقت تک کافر ہی رہیں ف۹۶ اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور لڑائی کرو اُسکے رسول کے ساتھ ہو کر

اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ
تو تجھ سے رخصت مانگتے ہیں مقدور والے اُن کے اور کہتے ہیں ہم کو چھوڑ دے کہ رہ جائیں ساتھ بیٹھنے والوں کے خوش ہوئے کہ رہ جائیں پیچھے رہنے والی

الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
عورتوں کے ساتھ ف۹۷ اور مُہر کر دی گئی اُن کے دل پر سو وہ نہیں سمجھتے ف۹۸ لیکن رسول اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ساتھ اُسکے

جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ
وہ لڑے ہیں اپنے مال اور جان سے اور اُنہی کے لئے ہیں خوبیاں اور وہی ہیں مُراد کو پہنچنے والے تیار کر رکھے

ع ۱۱/۹/۱۷ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾
ہیں اللہ نے انکے واسطے باغ کہ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں رہا کریں اُن میں یہی ہے بڑی کامیابی ف۹۹

(۹۶) چار رکوع پہلے اسی مضمون کی آیت گذر چکی، اس کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

(۹۷) **جہاد سے جان چُرانا** یعنی قرآن کی کسی سورت میں جب تنبیہ کی جاتی ہے کہ پوری طرح خلوص و پختگی سے ایمان لاؤ، جس کا بڑا اثر یہ ظاہر ہونا چاہئے کہ پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ ہو کر خدا کے راستہ میں جہاد کریں۔ تو یہ منافقین جان چرانے لگتے ہیں اور ان میں کا استطاعت و مقدور والے بھی جھوٹے عذر تراش کر اجازت طلب کرتے آتے ہیں کہ حضرت! ہمیں تو یہیں مدینہ میں رہنے دیجئے۔ گویا کمال بے غیرتی اور

نامردی سے اس پر راضی ہیں کہ لڑائی یا خطرہ کا نام سنتے ہی خانہ نشین عورتوں کے ساتھ گھروں میں گھس کر بیٹھ رہیں۔ ہاں جس وقت جنگ وغیرہ کا خطرہ نہ رہے اور امن و اطمینان کا زمانہ ہو تو باتیں بنانے اور قینچی کی طرح زبان چلانے میں سب سے پیش پیش ہوتے ہیں فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ (الاحزاب رکوع ۲)۔

(۹۸) یعنی کذب و نفاق، نکول عن الجہاد، اور تخلف عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شامت سے ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی کہ اب موٹے موٹے عیب بھی اُن کو عیب نظر نہیں آتے اور انتہائی بے غیرتی و بزدلی پر بجائے شرمانے کے نازاں و فرحاں ہوتے ہیں۔

(۹۹) **مومنین کے فضائل** منافقین کے بالمقابل مومنین مخلصین کا بیان فرمایا کہ دیکھو! یہ ہیں خدا کے وفادار بندے۔ جو اس کے راستہ میں نہ جان سے ہٹتے ہیں نہ مال سے، کیسا ہی خطرہ کا موقع ہو، اسلام کی حمایت اور پیغمبر اسلام کی معیت میں ہر قربانی کیلئے تیار رہتے ہیں۔ پھر ایسوں کے لئے فلاح و کامیابی نہ ہوگی تو اور کس کے لئے ہوگی۔

وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ

اور آئے بہانے کرنے والے گنوار تاکہ اُن کو رخصت مل جائے اور بیٹھ رہے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ سے اور اُسکے رسول سے

سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٠﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى

اب پہنچیگا اُن کو جو کافر ہیں اُن میں عذاب دردناک ف۱۰۰ نہیں ہے ضعیفوں پر اور نہ

الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ مَا

مریضوں پر اور نہ اُن لوگوں پر جن کے پاس نہیں ہے خرچ کرنے کو کچھ گناہ جبکہ دل سے صاف ہوں اللہ اور اُسکے رسول کے ساتھ نہیں ہے

عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٩١﴾ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ

نیکی والوں پر الزام کی کوئی راہ ف۱۰۱ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱۰۲ اور نہ اُن لوگوں پر کہ جب تیرے پاس آئے تاکہ تو اُن کو سواری

قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا

دے تو نے کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تم کو اُس پر سوار کر دوں تو اُلٹے پھرے اور اُن کی آنکھوں سے بہتے تھے آنسو اس غم میں کہ نہیں پاتے وہ چیز جو

يُنْفِقُونَ ﴿٩٢﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ ۚ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ

خرچ کریں ف۱۰۳ راہ الزام کی تو اُن پر ہے جو رخصت مانگتے ہیں تجھ سے اور وہ مالدار ہیں خوش ہوئے اس بات سے کہ رہ جائیں ساتھ پیچھے

الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾

رہنے والیوں کے اور مہر کر دی اللہ نے اُنکے دلوں پر سو وہ نہیں جانتے ف۱۰۴

(۱۰۰) **معذرون اور قاعدون** یعنی جس طرح مدینہ کے رہنے والوں میں منافقین بھی ہیں اور مخلصین بھی۔ اسی طرح دیہاتی گنواروں میں ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اُن میں سے یہاں دو قسموں کا ذکر فرمایا۔ مخلص دیہاتیوں کا ذکر اس رکوع کے خاتمہ پر وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ الخ میں آئیگا۔ یہاں دیہاتیوں کی جن دو جماعتوں کا ذکر ہے (معذرون اور قاعدون) اُن میں سے

پہلی جماعت (مُعَذِّرون) کے مصداق میں مفسرین سلف کا اختلاف ہے کہ آیا اس سے مراد جھوٹے بہانے بنانے والے منافق ہیں۔ (جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے) یا سچے عذر کرنے والے مسلمان جو واقعی جہاد کی شرکت سے معذور تھے اگر پہلی شق اختیار کی جائے تو آیت میں منافقین کی دو قسموں کا بیان ہوگا "مُعَذِّرون" تو وہ ہوئے جو باوجود نفاق کے محض رسم ظاہرداری نباہنے کے لئے جھوٹے حیلے بنا کر حضورؐ سے اجازت طلب کرتے تھے۔ اور "قاعدون" سے وہ منافقین مراد ہونگے جنہوں نے اول دعوئے ایمان میں جھوٹ بولا۔ پھر ظاہرداری کی بھی پروا نہیں کی۔ جہاد کا نام سُن کر گھروں میں بیٹھ رہے، بالکل بیباک و بے حیا ہو کر عذر کرنے بھی نہ آئے اس تقدیر پر "سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا" دونوں جماعتوں کو شامل ہوگا۔ اور معنی یہ ہوں گے کہ جو لوگ دونوں جماعتوں میں سے اپنے کفر پر اخیر تک قائم رہیں گے ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔ جن کو توبہ کی توفیق ہو جائیگی وہ اس وعید کے نیچے داخل نہیں۔ اور اگر مُعَذِّرون سے مراد مومنین مخلصین لئے جائیں جو واقعی معذور تھے تو "قاعدون" سے مراد منافقین ہونگے۔ اور "سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" کی وعید صرف اُن ہی کے حق میں ہوگی۔ پہلی جماعت کا ذکر گویا قبول عذر کے طور پر ہوگا۔

(۱۰۱) **مسلمان معذورین کا عذر** جھوٹے عذر کرنے والوں کے بعد سچے معذورین کا بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ عذر کبھی تو شخصی طور پر لازم ذات ہوتا ہے مثلاً بڑھاپے کی کمزوری جو عادۃً کسی طرح آدمی سے جُدا نہیں ہو سکتی اور کبھی عارضی ہوتا ہے پھر "عارضی" یا بدنی ہے جیسے بیماری وغیرہ یا مالی، جیسے افلاس و فقدانِ اسباب سفر، چونکہ غزوہ تبوک میں مجاہدین کو بہت دور دراز مسافت طے کر کے پہنچنا تھا، اس لئے سواری نہ ہونے کا عذر بھی معتبر و مقبول سمجھا گیا۔ جیسے آگے آتا ہے۔

(۱۰۲) یعنی جو لوگ واقعی معذور ہیں، اگر اُن کے دل صاف ہوں اور خدا اور رسول کے ساتھ ٹھیک معاملہ رکھیں (مثلاً خود نہ جا سکتے ہوں تو جانے والوں کی ہمتیں پست نہ کریں) بلکہ اپنے مقدور کے موافق نیکی کرنے اور اخلاص کا ثبوت دینے کے لئے مستعد رہیں، اُن پر جہاد کی عدم شرکت سے کچھ الزام نہیں۔ ایسے مخلصین سے اگر بمقتضائے بشریت کوئی کوتاہی ہو جائے تو حق تعالیٰ کی بخشش و مہربانی سے توقع ہے کہ وہ درگزر فرمائیگا۔

(۱۰۳) **معذور صحابہ کا بے مثال شوق جہاد** سبحان اللہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں عشقِ الٰہی کا وہ نشہ پیدا کیا تھا۔ جس کی مثال کسی قوم و ملت کی تاریخ میں موجود نہیں۔ مستطیع اور مقدور والے صحابہ کو دیکھو تو جان و مال سب کچھ خدا کے راستہ میں لٹانے کو تیار ہیں اور سخت سے سخت قربانی کے وقت بڑے ولولہ اور اشتیاق سے آگے بڑھتے ہیں۔ جن کو مقدور نہیں وہ اس غم میں رو رو کر جان کھوئے لیتے ہیں کہ ہم میں اتنی استطاعۃ کیوں نہ ہوئی کہ اس محبوب حقیقی کی راہ میں قربان ہونے کے لئے اپنے کو پیش کر سکتے۔ حدیث صحیح میں آپ نے مجاہدین کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم مدینہ میں ایک ایسی قوم کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو ہر قدم پر تمہارے اجر میں شریک ہے تم جو قدم خدا کے راستہ میں اٹھاتے ہو یا کوئی جنگل قطع کرتے ہو یا کسی پگڈنڈی پر چلتے ہو، وہ قوم برابر ہر موقع پر تمہارے ساتھ ساتھ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں واقعی مجبوریوں نے تمہارے ہمراہ چلنے سے روکا۔ حسنؒ کے "مرسل" میں ہے کہ یہ مضمون بیان فرما کر آپ نے یہی آیت "وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ" الخ تلاوت فرمائی

(۱۰۴) یعنی باوجود قدرت و استطاعت جہاد سے پہلوتہی کرتے ہیں اور نہایت بے حمیتی سے یہ عار گوارا کرتے ہیں کہ عورتوں کی طرح گھر میں چوڑیاں پہن کر بیٹھ جائیں۔ گناہ کی مُمارست (پریکٹس) سے آدمی کا قلب ایسا مسخ اور سیاہ ہو جاتا ہے کہ اُسے بھلے بُرے اور عیب و ہنر کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی جب بے غیرتی کرتے کرتے کوئی شخص اس قدر پاگل ہو جائے کہ نادم و متاسف ہونے کی جگہ اُس پر اُلٹا نازاں اور خوش ہو تو سمجھ لو کہ اُس کے دل پر خدائی مہر لگ چکی ہے۔ العیاذ باللہ۔

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا

بہانے لائیں گے تمہارے پاس جب تم پھر کر جاؤ گے اُن کی طرف تو کہہ بہانے مت بناؤ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہاری بات ہم کو بتا چکا ہے

اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ

اللہ تمہارے احوال اور ابھی دیکھیگا اللہ تمہارے کام اور اُس کا رسول پھر تم لوٹائے جاؤ گے طرف اُس جاننے والے چھپے اور

الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ

کھلے کی سو وہ بتائیگا تم کو جو تم کر رہے تھے ف ۱۰۵ اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے سامنے جب تم پھر کر جاؤ گے اُن کی طرف

لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

تاکہ تم اُن سے درگذر کرو سو تم درگذر کرو اُن سے بیشک وہ لوگ پلید ہیں اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلا اُن کے

يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ

کاموں کا ف ۱۰۶ وہ لوگ قسمیں کھائینگے تمہارے سامنے تاکہ تم اُن سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم راضی ہو گئے اُن سے تو اللہ راضی نہیں ہوتا نافرمان

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى

لوگوں سے ف ۱۰۷ گنوار بہت سخت ہیں کفر میں اور نفاق میں اور اسی لائق ہیں کہ نہ سیکھیں وہ قاعدے جو نازل کئے اللہ نے اپنے

رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾

رسول پر ف ۱۰۸ اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف ۱۰۹

(۱۰۵) **منافقین کا عُذر قبول نہیں** یعنی جیسے تبوک کی طرف روانہ ہونے کے وقت منافقین نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنائے جب تم مدینہ واپس آؤ گے، اُس وقت بھی یہ لوگ اعذار باطلہ پیش کر کے تم کو مطمئن بنانا چاہیں گے اور قسمیں کھائیں گے کہ حضرت ہمارا قصد مصمم تھا کہ آپ کے ساتھ چلیں، مگر فلاں فلاں موانع و عوائق پیش آجانے کی وجہ سے مجبور رہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جھوٹی باتیں بنانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تمہارے سب اعذار لغو اور بے کار ہیں۔ ہم کو حق تعالٰی تمہارے کذب و نفاق پر مطلع کر چکا۔ پھر کس طرح ہم تمہاری لغویات کو باور کر سکتے ہیں۔ اب پچھلے قصہ کو چھوڑو آئندہ تمہارا طرز عمل دیکھا جائے گا کہ اپنے دعوے کو کہاں تک نباہتے ہو، سب جھوٹ سچ ظاہر ہو کر رہے گا اور بہرحال اُس "عالم الغیب والشہادۃ" سے تو کوئی راز اور عمل یا نیت پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اُسی کے یہاں سب کو جانا ہے، وہ جزا دینے کے وقت تمہارا ہر چھوٹا بڑا، ظاہری و باطنی عمل کھول کر رکھ دیگا اور اُسی کے موافق بدلہ دیا جائیگا۔

(۱۰۶) تبوک سے واپسی کے بعد منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر جو عذر پیش کرتے تھے، اس کی غرض یہ تھی کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو اپنی قسموں اور ملمع سازیوں سے راضی و مطمئن کر دیں تاکہ بارگاہِ رسالت سے اُن پر کوئی عتاب و ملامت اور دار و گیر نہ ہو۔ سابق کی طرح یوں ہی معاملہ ابہام میں رہے مسلمان اُن سے کچھ تعرض نہ کریں۔ حق تعالٰی نے فرما دیا کہ بہتر ہے تم اُن سے تعرض مت کرو۔ لیکن یہ اغماض و تغافل (تعرض نہ کرنا) راضی و مطمئن ہونے کی بناء پر نہیں، بلکہ اُن کے نہایت پلید اور شریر ہونے کی وجہ سے ہے، یہ لوگ اس قدر گندے واقع ہوئے ہیں کہ ان کے پاک و صاف ہونے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ لہٰذا اس غلاظت کی پوٹ کو دور پھینک دینا اور اُس سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے۔ خدا خود ان کو ٹھکانے لگا دیگا۔

(۱۰۷) **منافقین سے مسلمانوں کا معاملہ** بڑی کوشش یہ ہے کہ مکروفریب اور کذب و دروغ سے مسلمانوں کو خوش کرلیں فرض کیجئے اگر چکنی چپڑی باتوں سے مخلوق راضی ہوجائے تو کیا نفع پہنچ سکتا ہے جبکہ خدا ان سے راضی نہ ہو۔ خدا کے آگے تو کوئی چالاکی اور دغابازی نہیں چل سکتی۔ گویا متنبہ فرمادیا کہ جس قوم سے خدا راضی نہ ہو، کوئی مومن قانت کیسے راضی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا جھوٹی باتوں سے پیغمبر اور ان کے ساتھیوں کو خوش کرلینے کا خبط انہیں دماغوں سے نکال دینا چاہئے اگر ان کے ساتھ تغافل و اعراض کا معاملہ کیا گیا ہے تو یہ اس کی دلیل نہیں کہ مسلمان ان سے خوش اور مطمئن ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جس شخص کا حال معلوم ہو کہ منافق ہے اس کی طرف سے تغافل روا ہے۔ لیکن دوستی اور محبت و یگانگت روا نہیں"۔

(۱۰۸) **اعراب منافقین کا حال** یہاں تک مدینہ کے منافقین اور مومنین مخلصین کے احوال بیان ہوئے تھے اب کچھ حال دیہاتی بدوؤں کا ذکر کرتے ہیں کہ ان میں بھی کئی طرح کے آدمی ہیں۔ کفار، منافقین، اور مخلص مسلمان، چونکہ دیہاتی لوگ قدرتی طور پر عموماً تندخو اور سخت مزاج ہوتے ہیں (جیسا کہ حدیث میں ہے "مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا")، اور مجالس علم و حکمت سے دور رہنے کی وجہ سے تہذیب و شائستگی کا اثر اور علم و عرفان کی روشنی بہت کم قبول کرتے ہیں، اس لئے ان کا کفر و نفاق شہری کفار و منافقین سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ ان کو ایسے مواقع دستیاب نہیں ہوتے کہ اہل علم و صلاح کی صحبت میں رہ کر دیانت و تہذیب کے وہ قانون اور قاعدے معلوم کریں جو خدا تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام پر نازل کئے۔ علم و معرفت ہی وہ چیز ہے جو انسان کے دل کو نرم کرتی اور مہذب بناتی ہے۔ جو لوگ اس قدر جہالت میں غرق ہیں، ضرور ہے کہ ان کے دل سخت ہوں، اور کفر و نفاق کے جس راستہ پر پڑ جائیں، بہائم اور درندوں کی طرح اندھا دھند بڑھے چلے جائیں۔ اعراب کی سنگدلی کا ذکر متعدد احادیث میں ہے ایک حدیث میں ہے کہ کچھ اعرابی آئے حضور سے عرض کیا کہ آپ لوگ اپنے بچوں کا پیار لیتے ہیں خدا کی قسم میں نے کبھی اپنی اولاد کا پیار نہیں لیا۔ حضور نے فرمایا کہ میں کیا کروں اگر خدا نے تیرے دل میں سے اپنی رحمت کو نکال لیا ہے۔

(۱۰۹) یعنی اس کا علم بنی آدم کے تمام طبقات پر محیط ہے، وہ اپنی حکمت سے ہر ایک طبقہ کے ساتھ اس کی استعداد و قابلیت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اعراب کی طبیعت میں بے حکمی غرض پرستی، اور جہالت شدید ہوتی ہے سو اللہ حکمت والا ہے ان سے وہ مشکل کام بھی نہیں چاہتا اور درجے بلند بھی نہیں دیتا۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ۭ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۭ

اور بعضے گنوار ایسے ہیں کہ شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو تاوان اور انتظار کرتے ہیں تم پر زمانہ کی گردشوں کا ان ہی پر آئے گردش بری

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ

اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ف ۱۱۰ اور بعضے گنوار وہ ہیں کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو

قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ۭ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۭ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ

نزدیک ہونا اللہ سے اور دعا لینی رسول کی سنتا ہے وہ ان کے حق میں نزدیکی ہے داخل کریگا ان کو اللہ اپنی رحمت میں

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف ۱۱۱

(۱۱۰) یعنی "اعراب منافقین" میں وہ لوگ بھی ہیں جنہیں اگر کسی وقت خدا کے راستہ میں کچھ خرچ کرنا پڑجاتا ہے تو ایسی کراہیت سے خرچ کرتے ہیں جیسے کوئی جرمانہ اور تاوان ادا کرتا ہو۔ وہ ابھی تک اس کے منتظر ہیں کہ مسلمان حوادث دہر سے کسی گردش اور آفت میں پھنس جائیں تو ہم خوب شادیانے بجائیں۔ یہ خبر نہیں کہ انہیں کی قسمت گردش میں آرہی ہے۔ اسلام تو غالب و فائق ہو کر رہے گا اور یہ منافقین سخت ذلیل و رسوا ہونگے۔ خدا ہر ایک کی باتیں اور دعائیں سنتا ہے اور جانتا ہے کہ کون عزت و کامیابی کا اہل ہے اور کون لوگ ذلت و رسوائی کے مستحق ہیں۔

(۱۱۱) اعراب مومنین کا بیان یہاں قرآن کریم کی معجزانہ تاثیر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا حیرت انگیز کرشمہ دکھلایا ہے کہ ان ہی درشت مزاج، سنگدل، تندخو گنواروں میں جو کفر و نفاق اور جہل و طغیان کی وجہ سے اس لائق ہی نہ تھے کہ خدا کے بتلائے ہوئے ادب اور قاعدے سمجھ سکیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور قرآن کریم کی آواز نے ایسے عارف اور مخلص افراد پیدا کر دیے جو مبداء و معاد سب چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں، خالص قرب الٰہی حاصل کرنے اور پیغمبر علیہ السلام کی دعا لینے کی غرض سے کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اُن کو بشارت دی کہ بیشک وہ اپنی اُمیدوں میں حق بجانب ہیں۔ یقیناً اُن کو وہ چیز مل کر رہے گی جس کی نیت کی ہے (یعنی قرب الٰہی) اور خدا ضرور اُن کو اپنی رحمت میں جگہ دے گا۔ رہی پیغمبر علیہ السلام کی دعاء، اُسے تو وہ اپنے کانوں سے سُنتے اور آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص صدقہ وغیرہ لے کر حاضر ہوتا ہے تو حضور اُس کو دعائیں دیتے ہیں۔ حضور کی اس دعاء کا ثمرہ بھی وہ ہی رحمت و قرب الٰہی ہے۔ جس کا وعدہ پہلے ہو چکا۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ

اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنیوالے اور جو اُنکے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا

عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے اُنکے باغ کہ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں رہا کریں اُنہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۭ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۼ مَرَدُوْا عَلَى

کامیابی ف۱۱۲ اور بعضے تمہارے گرد کے گنوار منافق ہیں اور بعضے لوگ مدینہ والے اڑ رہے ہیں

النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ۚ

نفاق پر تو اُن کو نہیں جانتا ہم کو وہ معلوم ہیں ف۱۱۳ اُنکو ہم عذاب دینگے دو بار پھر وہ لوٹائے جائینگے بڑے عذاب کی طرف ف۱۱۴

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ

اور بعضے لوگ ہیں کہ اقرار کیا انہوں نے اپنے گناہوں کا ملایا انہوں نے ایک کام نیک اور دوسرا بد قریب ہے کہ اللہ معاف کرے اُن کو

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱۱۵ لے اُن کے مال میں سے زکوٰۃ ف۱۱۶ کہ پاک کرے تو اُنکو اور بابرکت کرے تو اُنکو اسکی وجہ سے اور دعا دے اُن کو

اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

بیشک تیری دعا اُن کے لئے تسکین ہے اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ف۱۱۷

ع ۱۲

(۱۱۲) **سابقین اوّلین کے فضائل** "اعراب مومنین" کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ زعماء و اعیانِ مومنین کا کچھ ذکر کیا جائے۔ یعنی جن مہاجرین نے ہجرت میں سبقت و اوّلیت کا شرف حاصل کیا، اور جن انصار نے نصرت و اعانت میں پہل کی، غرض جن لوگوں نے قبولِ حق اور خدمتِ اسلام میں جس قدر آگے بڑھ بڑھ کر حصے لیے، پھر جو لوگ نکوکاری اور حسنِ نیت سے اُن پیشروانِ اسلام کی پیروی کرتے رہے، ان سب کو درجہ بدرجہ خدا کی خوشنودی اور حقیقی کامیابی حاصل ہو چکی۔ جیسے انہوں نے پوری خوش دلی اور انشراحِ قلب کے ساتھ حق تعالیٰ کے احکام تشریعی اور قضاء تکوینی کے سامنے گردنیں جھکا دیں اسی طرح خدا نے اُن کو اپنی رضاء و خوشنودی کا پروانہ دے کر غیر محدود انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ (تنبیہ) مفسرین سلف کے اقوال "اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" کی تعیین میں مختلف ہیں بعض نے کہا ہے کہ وہ مہاجرین و انصار مراد ہیں، جو ہجرت سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ بعض کے نزدیک وہ مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں (کعبہ و بیت المقدس) کی طرف نماز پڑھی۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر تک کے مسلمان "سابقین اوّلین" ہیں۔ بعض حدیبیہ تک اسلام لانے والوں کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ تمام مہاجرین و انصار اطراف کے مسلمانوں اور پیچھے آنے والی نسلوں کے اعتبار سے "سابقین اولین" ہیں۔ ہمارے نزدیک ان اقوال میں چنداں تعارض نہیں "سبقت" و "اوّلیت" اضافی چیزیں ہیں۔ ایک ہی شخص یا جماعت کسی کے اعتبار سے سابق اور دوسرے کی نسبت سے لاحق بن سکتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے "فائدہ" میں اشارہ کیا۔ جو شخص یا جماعت جس درجہ میں سابق و اوّل ہوگی اُسی قدر رضائے الٰہی اور حقیقی کامیابی سے حصہ پائے گی۔ کیونکہ سبقت و اولیت کی طرح رضاء و کامیابی کے بھی مدارج بہت سے ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۱۱۳) **اہل مدینہ اور اعراب منافقین** پہلے سے دیہاتی عربوں کا ذکر چلا آ رہا تھا۔ درمیان میں اعراب مومنین کے تذکرہ سے مہاجرین و انصار کی طرف کلام منتقل ہو گیا۔ اب اس آیۃ میں خاص "مدینہ" اور اس کے آس پاس رہنے والوں کا بیان ہے یعنی بعض اہل مدینہ اور گرد و پیش کے رہنے والے نفاق کے خوگر ہو چکے اور اسی پر اڑے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ نفاق اس قدر عریق و عمیق ہے کہ اُن کے قربِ مکانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال فطانت و فراست کے باوجود آپ بھی بالتعیین اور قطعی طور پر محض علامات و قرائن سے اُن کے نفاق پر مطلع نہیں ہو سکے اُن کا ٹھیک ٹھیک تعین صرف خدا کے علم میں ہے۔ جس طرح عام منافقین کا پتہ چہرہ، لب و لہجہ اور بات چیت سے لگ جاتا تھا۔ (وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰکَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ) ان کا نفاق اتنا گہرا ہے کہ اس قسم کی ظاہری علامات اُن کا پردہ فاش نہیں کرتیں۔

(۱۱۴) **منافقین کے لئے بڑا عذاب** بڑا عذاب دوزخ کا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (نساء رکوع ۲۱) اس سے قبل کم از کم دو بار ضرور عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ ایک عذاب قبر دوسرا وہ عذاب۔ جو اسی دنیوی زندگی میں پہنچ کر رہیگا مثلاً ابن عباس کی ایک روایت کے موافق حضورؐ نے جمعہ کے روز ممبر پر کھڑے ہو کر تقریباً چھتیس ۳۶ آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا "اُخْرُجْ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ" یعنی تو منافق ہے مسجد سے نکل جا۔ یہ رسوائی ایک قسم عذاب کی تھی۔ یا پہلے اسی سورت میں گذرا کہ اُن کے اموال و اولاد کو حق تعالیٰ نے اُن کے حق میں عذاب بنا دیا۔ (فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا الخ) یا اُن میں کے بعض بھوک وغیرہ آفات ارضی و سماوی میں مبتلا ہو کر ذلت کی موت مرے یا اسلام کی ترقی و عروج کو دیکھ کر غیظ کھانا اور دانت پیسنا، یہ بھی اُن کے حق میں سوہانِ روح تھا۔ میرے نزدیک یہ سب قسم کے عذاب "مرتین" کے احاطہ میں داخل ہیں۔ اور دو کا عدد یا تو مطلق تعدد کے لئے ہے جیسے "ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ" میں۔ اور یا دو بار سے مراد نوعی اثنینیت ہے۔ یعنی "عذاب قبر" اور "عذاب قبل الموت"۔ واللہ اعلم۔

(۱۱۵) **تبوک میں رہ جانے والے مسلمان** اہل مدینہ میں اگر ایک طرف یہ منافقین متمردین ہیں جو اپنی شرارتوں اور جرموں کو پردہ نفاق میں چھپاتے اور اُن پر سختی سے اڑے رہتے ہیں تو دوسری جانب بعض وہ مسلمان ہیں جن سے بمقتضائے بشریت کوئی خطا و قصور سرزد ہو جائے تو نادم ہو کر بے تامل اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ اُن کی بھلائی اور بُرائی مخلوط (رلی ملی) ہے۔ بُرائی تو مثلاً یہی کہ نفیر عام کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر "غزوہ تبوک" میں حاضر نہ ہوئے۔ بعدہٗ اس غیر حاضری پر دل سے پشیمان و متاسف ہونا اور ظاہراً و باطناً توبہ کرنا، اور دوسرے اعمال صالحہ (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج یا دوسرے غزوات کی شرکت وغیرہ) بجا لانا، یہ سب اُن کی بھلائیوں کی فہرست میں داخل ہیں۔ ایسے حضرات کو حق تعالیٰ نے معافی کی اُمید دلائی ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ابولبابہ اور اُن کے چند ہمراہیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ جو محض کسل اور تن آسانی کی وجہ سے "تبوک" میں حاضر نہ ہوئے۔ لیکن جب تبوک سے حضرت کی واپسی معلوم ہوئی تو غایت ندامت سے ان سب نے اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان مجرموں اور قیدیوں کو معاف کر کے اپنے ہاتھ سے نہ کھولیں گے اسی طرح بندھے کھڑے رہیں گے۔ آپ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا۔ واللہ جب تک خدا ان کے کھولنے کا حکم نہ دے میں ان کو نہیں کھول سکتا۔ آخر یہ آیات نازل ہوئیں۔ تب آپ نے کھولا اور قبول توبہ کی بشارت دی۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کھلنے کے بعد تکمیل توبہ کے طور پر کچھ مال لے کر حاضر ہوئے کہ خدا کی راہ میں تصدق کریں اُس پر اگلی آیت نازل ہوئی۔

(۱۱۶) **صدقات کا بیان** "صدقہ" کا ترجمہ مترجم محقق رحمہ اللہ نے "زکوٰۃ" کیا ہے۔ لیکن اگر لفظ "صدقہ" کو عام رکھا جاتا جو زکوٰۃ و صدقات نافلہ سب کو شامل ہو تو بہتر تھا۔ کیونکہ اکثر روایات کے موافق یہ آیت اُن ہی لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو بعد معافی تکمیل توبہ کے طور پر صدقہ لے کر حاضر ہوئے تھے۔ جیسا کہ ابھی پچھلے فائدہ میں نقل کیا جا چکا ہے۔ ہاں عمومِ الفاظ کو دیکھتے ہوئے حکم کو مورد نص پر مقصود رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اسی لئے سلف رضی اللہ عنہم مسئلہ زکوٰۃ میں بھی اس آیت کو پیش کرتے رہے ہیں۔

(۱۱۷) توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ یعنی اُس پر مواخذہ باقی نہیں رہتا۔ لیکن ایک قسم کی روحانی کدورت و ظلمت وغیرہ جو گناہ کا طبعی اثر ہے وہ ممکن ہے باقی رہ جاتی ہو جو بالخصوص صدقہ اور عموماً حسنات کی مباشرت سے زائل ہوتی ہے۔ بایں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ صدقہ گناہوں کے اثرات سے پاک و صاف کرتا اور اموال کی برکت بڑھاتا ہے۔ "زکوٰۃ" کے لغوی معنی نماء یعنی بڑھنے کے ہیں) اور ایک بڑا فائدہ صدقہ کرنے میں یہ تھا کہ صدقہ کرنے والوں کو حضور دعائیں دیتے تھے جن سے دینے ------ والے کا دل بڑھتا اور سکون حاصل کرتا تھا۔ بلکہ آپ کی دعا کی برکت دینے والے کی اولاد در اولاد تک پہنچتی تھی اب بھی ائمہ کے نزدیک مشروع ہے کہ جو شخص صدقہ لائے امام مسلمین بحیثیت وارث نبی ہونے کے اُس کے لئے دعا کرے۔ البتہ جمہور کے نزدیک لفظ ... "صلوٰۃ" کا استعمال نہ کرے۔ جو حضور کا مخصوص حق تھا۔

أَلَمْ يَعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ ٱلتَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِۦ وَيَأْخُذُ ٱلصَّدَقَٰتِ وَأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلتَّوَّابُ

کیا وہ جان نہیں چکے کہ اللہ آپ قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے اور لیتا ہے زکوٰتیں اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا

ٱلرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ وَقُلِ ٱعْمَلُوا۟ فَسَيَرَى ٱللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُۥ وَٱلْمُؤْمِنُونَ ۖ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَٰلِمِ

مہربان ہے ف۱۱۷ اور کہہ کہ عمل کئے جاؤ پھر آگے دیکھ لے گا اللہ تمہارے کام کو اور اُس کا رسول اور مسلمان اور تم جلد لوٹائے جاؤ گے اُس کے پاس جو

ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾ وَءَاخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ ٱللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَ

تمام چھپی اور کھلی چیزوں سے واقف ہے پھر وہ جتا دیگا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے ف۱۱۹ اور بعضے اور لوگ ہیں کہ اُن کا کام ڈھیل میں ہے حکم پر اللہ کے یا وہ ان کو عذاب دے اور

إِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠٦﴾ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا

یا اُن کو معاف کرے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف ۱۲۰ اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے

بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا

کو مسلمانوں میں اور گھات لگانے کو اُس شخص کی جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور اُسکے رسول سے پہلے سے اور وہ قسمیں کھائینگے کہ ہم نے تو بھلائی ہی

الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ

چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ف ۱۲۱ تو نہ کھڑا ہو اُس میں کبھی البتہ وہ مسجد جسکی بنیاد دھری گئی پرہیزگاری پر اول

أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴿١٠٨﴾

دن سے وہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اُس میں اُس میں ایسے لوگ ہیں جو دوست رکھتے ہیں پاک رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو ف ۱۲۲

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ

بھلا جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اللہ سے ڈرنے پر اور اس کی رضا مندی پر وہ بہتر یا جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی کنارہ

شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ

پر ایک کھائی کے جو گرنے کو ہے پھر اسکو لیکر ڈھے پڑا دوزخ کی آگ میں ف ۱۲۳ اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ف ۱۲۴ ہمیشہ رہیگا

بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَن تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١١٠﴾

۱۳ ع ۱۱ ۲ اُس عمارت سے جو انہوں نے بنائی تھی شبہ اُنکے دلوں میں مگر جب ٹکڑے ہو جائیں اُن کے دل اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف ۱۲۵

(۱۱۸) **توبہ اور صدقات** یعنی توبہ اور صدقات کا قبول کرنا صرف خدا کے اختیار میں ہے کیونکہ وہی جانتا ہے کہ کس نے اخلاص قلب اور شرائط قبول کی رعایت کے ساتھ توبہ کی یا صدقہ دیا۔ چنانچہ پہلے بعضوں پر عتاب ہو چکا کہ ہمیشہ کے لئے اُن کی زکوٰۃ لینی موقوف ہوئی اور منافقین کے صدقات کو مردود ٹھہرایا گیا اور اُن کے حق میں دعاء و استغفار کو بھی بے سود بتلایا۔ بلکہ جنازہ پڑھنے کی ممانعت کر دی۔ جن لوگوں کا یہاں ذکر ہے اُن کی توبہ قبول کی اور صدقات قبول کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہ حضور اُن کے حق میں دعا کریں حیًّا و میتًا۔

(۱۱۹) یعنی توبہ وغیرہ سے گذشتہ تقصیرات معاف ہو گئیں۔ لیکن آگے دیکھا جائیگا کہ تم کہاں تک صدق و استقامت کا عملی ثبوت پیش کرتے ہو۔ اس جہاد میں قصور ہوا تو آئندہ اور جہاد ہوں گے۔ پیغمبر علیہ السلام کے یا خلفاء کے رو برو اُن میں امتحان ہو گا کہ کیسا عمل کرتے ہو پھر خدا کے یہاں جا کر ہر عمل کا پورا بدلہ مل جائیگا۔ کیونکہ وہ ہی تمام کھلی چھپی چیزوں اور ظاہری عمل اور باطنی نیتوں پر مطلع ہے ہر ایک کے ساتھ اُس کی واقعی حالت کے موافق معاملہ کرے گا (آیت کی یہ تقریر حضرت شاہ صاحبؒ کے مذاق پر کی گئی ہے کیونکہ اوفق بالسیاق ہے واللہ اعلم)۔

(۱۲۰) **بعض متخلفین تبوک کی معافی کا معاملہ** اہل مدینہ میں سے یہاں ایک اور چھوٹی سی جماعت کا ذکر فرمایا ہے اصل یہ ہے کہ متخلفین عن تبوک (یعنی تبوک میں نہ شریک ہونے والے) تین قسم کے تھے۔ ایک منافقین، جو از راہ شک و نفاق علیحدہ رہے۔ دوسرے بعض مومنین جو محض سستی اور تن آسانی کی بدولت شریک جہاد نہ ہوئے۔ پھر ان میں دو قسمیں تھیں۔ اکثر وہ تھے جنہوں نے واپسی کی اطلاع پا کر اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا۔ اُن کا ذکر پچھلی آیات میں گذر چکا۔ صرف تین شخصوں کی جماعت وہ تھی جنہوں نے

نہ اپنے کو ستونوں سے بندھوایا نہ کوئی عذر تراشا۔ بس جو واقعہ تھا اور جو قصور ہوا تھا صاف صاف بلا کم و کاست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کر دیا۔ اُن کے بارہ میں یہ آیت وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰہِ الخ نازل ہوئی۔ یعنی ان کا معاملہ ابھی ڈھیل میں ہے چند روز خدا کے حکم کا انتظار کرو۔ خواہ ان کو سزا دے یا معاف کرے۔ جو اس کے علم و حکمت کا اقتضاء ہو گا کیا جائیگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تا نزول حکم الٰہی ادب دینے کے لئے مسلمانوں کے تعلقات ان تینوں سے منقطع کر دیئے۔ پچاس دن تک یہ ہی معاملہ رہا۔ پھر معافی ہوئی۔ ان واقعات کی اور تینوں کے ناموں کی تفصیل اگلے رکوع کے خاتمہ پر بیان ہو گی۔

(۱۲۱) **مسجد ضرار اور منافقین کی سازش** پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جن سے بظاہر ایک بُرا کام ہو گیا (تخلف عن الجہاد) مگر صحت اعتقاد اور اعتراف خطا کی بدولت معافی مل گئی۔ یہاں ایسی جماعت کا بیان ہے جنہوں نے بظاہر اچھا کام کیا (تعمیر مسجد) لیکن بد اعتقادی کی وجہ سے وبال بن گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرائے تو اوّل مدینہ سے باہر "بنی عمرو بن عوف" کے محلہ میں فروکش ہوئے۔ پھر چند روز بعد شہر (مدینہ) میں تشریف لے گئے۔ اور "مسجد نبوی" تعمیر کی۔ اس محلہ میں جہاں آپ بیشتر نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے مسجد تیار کر لی جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت اکثر ہفتہ کے روز وہاں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے اور بڑی فضیلت اُس کی بیان فرماتے تھے۔ بعض منافقین نے چاہا کہ پہلو کی ضد پر اُسی کے قریب ایک اور مکان مسجد کے نام سے تعمیر کریں اپنی جماعت جدا ٹھہرائیں اور بعض سادہ دل مسلمانوں کو مسجد قبا سے ہٹا کر ادھر لے آئیں۔ فی الحقیقت اس ناپاک تجویز کا محرک اصلی ایک شخص ابو عامر راہب خزرجی تھا۔ ہجرت سے پہلے اس شخص نے نصرانی بن کر راہبانہ زندگی اختیار کر لی تھی۔ مدینہ اور آس پاس کے لوگ خصوصاً قبیلہ خزرج اس کے زہد و درویشی کے معتقد تھے اور بڑی تعظیم کرتے تھے۔ حضور کے قدوم میمنت لزوم سے جب مدینہ میں ایمان و عرفان کا آفتاب چمکا تو اس طرح کے درویشوں کا بھرم کھلنے لگا۔ بھلا نور آفتاب کے سامنے چراغ مردہ کو کون پوچھتا۔ ابو عامر یہ دیکھ کر چراغ پا ہو گیا۔ حضور نے اس کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ میں ٹھیٹ ملت ابراہیمی لے کر آیا ہوں کہنے لگا کہ میں پہلے سے اسی پر قائم ہوں۔ لیکن تم نے اپنی طرف سے ملت ابراہیمی میں اس کے خلاف چیزیں داخل کر دی ہیں۔ حضور نے بہت زور سے اس کی تردید فرمائی۔ آخر اس کی زبان سے نکلا کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہو خدا اُس کو وطن سے دور یکہ و تنہا غربت و بیکسی کی موت مارے۔ آپ نے فرمایا "آمین"، خدا ایسا ہی کرے۔ جنگ بدر کے بعد جب اسلام کی جڑیں مضبوط ہو گئیں اور مسلمانوں کا عروج و فروغ حاسدوں کی نگاہوں کو خیرہ کرنے لگا۔ ابو عامر کو تاب نہ رہی۔ بھاگ کر مکہ پہنچا۔ تا کفار مکہ کو حضور کے مقابلہ میں چڑھا کر لائے۔ چنانچہ معرکہ اُحد میں قریش کے ساتھ خود آیا۔ مُبارزہ شروع ہونے سے پہلے آگے بڑھ کر انصار مدینہ کو جو عہد جاہلیت میں اس کے بڑے معتقد تھے، خطاب کر کے اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ احمق یہ نہ سمجھا کہ پیغمبرانہ تصرف کے سامنے اب وہ پُرانا جادو کہاں چل سکتا ہے۔ آخر انصار نے جو اُسے پہلے راہب کہہ کر پکارتے تھے، جواب دیا کہ او فاسق دشمن خدا! تیری آنکھ خدا کبھی ٹھنڈی نہ کرے۔ کیا رسول خدا کے مقابلہ میں ہم تیرا ساتھ دیں گے؟ انصار کا مایوس کن جواب سُن کر کچھ حواس درست ہوئے اور غیظ میں آ کر کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آئندہ جو قوم بھی تیرے مقابلہ کے لئے اُٹھے گی، میں برابر اُس کے ساتھ رہونگا۔ چنانچہ جنگ حنین تک معرکہ میں کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑتا رہا۔ اُحد میں اسی کی شرارت سے حضور کو چشم زخم پہنچا۔ دونوں صفوں کے درمیان اُس نے پوشیدہ طور پر کچھ گڑھے کھدوا دیئے تھے۔ وہیں چہرہ مبارک کے زخمی ہونے اور دندان مبارک شہید ہونے کا واقعہ پیش آیا۔ حنین کے بعد جب ابو عامر نے محسوس کر لیا کہ اب عرب کی کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تو بھاگ کر ملک شام پہنچا۔ اور منافقین مدینہ کو خط لکھا کہ میں قیصر روم سے مل کر ایک لشکر جرار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں لانے والا ہوں۔ جو چشم زدن میں اُن کے

سارے منصوبے خاک میں ملا دے گا اور مسلمانوں کو بالکل پامال کر کے چھوڑے گا (العیاذ باللہ) تم فی الحال ایک عمارت مسجد کے نام سے بنا لو۔ جہاں نماز کے بہانے سے جمع ہو کر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہو سکیں۔ اور قاصد تم کو وہیں میرے خطوط وغیرہ پہنچا دیا کرے اور میں بذات خود آؤں تو ایک موزوں جگہ ٹھہرنے اور ملنے کی ہو، یہ خبیث مقاصد تھے جن کے لئے مسجد ضرار تعمیر ہوئی اور حضور کے روبرو بہانہ یہ کیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم ہماری نیت بُری نہیں بلکہ بارش اور سردی وغیرہ میں بالخصوص بیماروں ناتوانوں اور ارباب حوائج کو مسجد قبا تک جانا دشوار ہوتا ہے۔ اس لئے یہ مسجد بنائی گئی ہے تا نمازیوں کو سہولت ہو اور مسجد قبا میں تنگی مکان کی شکایت نہ رہے۔ حضور ایک مرتبہ وہاں چل کر نماز پڑھ لیں تو ہمارے لئے موجب برکت و سعادت ہو۔ یہ اس لئے کہ حضور کا طرزِ عمل دیکھ کر بعض سادہ دل مسلمان حسنِ ظن کی بناء پر اُن کے جال میں پھنس جائیں۔ آپ اُس وقت تبوک جانے کے لئے پابرکاب تھے فرمایا کہ اللہ نے چاہا تو واپسی پر ایسا ہو سکیگا۔ جب حضور تبوک سے واپس ہو کر بالکل مدینہ کے نزدیک پہنچ گئے، تب جبرئیل یہ آیات لیکر آئے جن میں منافقین کی ناپاک اغراض پر مطلع کر کے مسجد ضرار کا پول کھول دیا گیا۔ آپ نے مالک بن دخشم اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ اس مکان کو (جس کا نام ازراہ خداع دلفریب مسجد رکھا تھا) گرا کر پیوند زمین بنا دو۔ انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا اس طرح منافقین اور ابو عامر فاسق کے سب ارمان دل کے دل میں رہ گئے اور ابو عامر اپنی دعاء اور حضور کی آمین کے موافق قنسرین (ملک شام) میں تنہا سخت بے کسی کی موت مرا "فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" آیت میں "مَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" سے یہی ابو عامر فاسق مراد ہے۔

(۱۲۲) **مسجد قباء کی فضیلت** یعنی اس مسجد میں جس کی بنیاد محض ضد، کفر و نفاق، عداوت اسلام اور مخالفت خدا اور سول پر رکھی گئی۔ آپ کبھی نماز کے لئے کھڑے نہ ہوں۔ آپ کی نماز کے لائق وہ مسجد ہے جس کی بنیاد اول دن سے تقویٰ اور پرہیزگاری پر قائم ہوئی (خواہ مسجد نبوی ہو یا مسجد قبا) اُس کے نمازی گناہوں اور شرارتوں اور ہر قسم کی نجاستوں سے اپنا ظاہر و باطن پاک و صاف رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی لئے خدائے پاک اُن کو محبوب رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور نے اہل قبا سے دریافت کیا کہ تم طہارت و پاکیزگی کا کیا خاص اہتمام کرتے ہو، جو حق تعالٰے نے تمہاری تطہیر کی مدح فرمائی انہوں نے کہا کہ ڈھیلے کے بعد پانی سے استنجا کرتے ہیں یعنی عام طہارت ظاہری و باطنی کے علاوہ وہ لوگ اس چیز کا معتاد سے زیادہ اہتمام رکھتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت میں مسجد قبا کا ذکر ہے۔ لیکن بعض روایات صریح ہیں کہ "مَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى" سے مسجد نبوی مراد ہے۔ علماء نے اس پر بہت کچھ کلام کیا ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس کے متعلق اپنا ناقص خیال ظاہر کر کے روایات میں تطبیق دی ہے۔ یہاں اُس کے بیان کا موقع نہیں

(۱۲۳) یعنی جس کام کی بنیاد تقویٰ، یقین و اخلاص اور خدا کی رضا جوئی پر ہو، وہ نہایت مستحکم اور پائدار ہوتا ہے برخلاف اس کے جس کام کی بناء شک و نفاق اور مکر و خداع پر ہو، وہ اپنی ناپائداری، بودے پن اور انجام بد کے لحاظ سے ایسا ہے جیسے کوئی عمارت ایک کھائی کے کنارہ پر کھڑی کی جائے کہ ذرا زمین سرکی یا پانی کی تھپیڑ کنارہ کو لگی، ساری عمارت دھڑام سے نیچے آ رہی اور آخر کار دوزخ کے گڑھے میں جا پہنچی۔

(۱۲۴) یعنی بظاہر کوئی نیک عمل بھی کریں (جیسے مسجد بنانا) ظلم و ناانصافی کی شامت سے بن نہیں پڑتا۔

(۱۲۵) **ریبہ کی تفسیر** "ریبہ" کا ترجمہ کیا ہے "شبہ" جس سے مراد نفاق ہے۔ یعنی اس عمل بد کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ اُن کے دلوں میں (جب تک موت انہیں پارہ پارہ نہ کر ڈالے) نفاق قائم رہیگا۔ جیسے اسی سورۃ میں پہلے گذر چکا۔ "فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ" بعض مترجمین نے "ریبہ" کے معنی کئے ہیں "کھٹکنا"

یعنی جو عمارت انہوں نے ناپاک مقاصد کے لئے بنائی تھی، مگر حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مطلع کر کے اُن کے تمام پلید مقاصد کا خاتمہ کر دیا، اس کا خیال ہمیشہ اُن کے دلوں میں کانٹا سا کھٹکتا رہے گا۔ والراجح عند السلف ھو الاوّل کما حکی ابن کثیرؒ۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان اور اُن کا مال اس قیمت پر کہ اُنکے لئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ

سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَ

کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں وعدہ ہو چکا اُسکے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل اور قرآن میں اور

مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیاں کرو اُس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اُس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی ف۱۲۶

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ

وہ توبہ کرنیوالے ہیں بندگی کرنیوالے شکر کرنے والے بے تعلق رہنیوالے ف۱۲۷ رکوع کرنیوالے سجدہ کرنیوالے حکم کرنیوالے نیک بات کا اور منع کرنیوالے

عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا

بُری بات سے ف۱۲۸ اور حفاظت کرنیوالے اُن حدود کی جو باندھی اللہ نے اور خوشخبری سنادے ایمان والوں کو ف۱۲۹ لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو

أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ

کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اور اگرچہ وہ ہوں قرابت والے جبکہ کھل چکا اُن پر کہ وہ ہیں دوزخ

الْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ

والے ف۱۳۰ اور بخشش مانگنا ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے سو نہ تھا مگر وعدہ کے سبب کہ وعدہ کر چکا تھا اُس سے پھر جب کھل گیا ابراہیم پر کہ وہ

عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿١١٤﴾

دشمن ہے اللہ کا تو اُس سے بیزار ہو گیا بیشک ابراہیم بڑا نرم دل تھا تحمل کرنیوالا ف۱۳۱

(۱۲۶) **مومنین کی نفع بخش تجارت** اس سے زیادہ سود مند تجارت اور عظیم الشان کامیابی کیا ہو گی کہ ہماری حقیر سی جانوں اور فانی اموال کا خداوند قدوس خریدار بنا۔ ہماری جان و مال کو جو فی الحقیقت اُسی کی مملوک و مخلوق ہے محض ادنیٰ ملابست سے ہماری طرف نسبت کر کے "مبیع" قرار دیا جو "عقد بیع" میں مقصود بالذات ہوتی ہے۔ اور جنت جیسے اعلیٰ ترین مقام کو اس کا "ثمن" بتلایا جو مبیع تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جنت" میں وہ نعمتیں ہوں گی جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سُنا اور نہ کسی بشر کے قلب پر اُن کی کیفیات کا خطور ہوا۔ اب خیال کرو کہ جان و مال جو برائے نام ہمارے کہلاتے ہیں، انہیں جنت کا ثمن نہیں بنایا نہ یہ کہا کہ حق تعالیٰ "بائع" اور ہم مشتری ہوتے تلطف و نوازش کی حد ہو گئی کہ اس ذرا سی چیز کے (حالانکہ وہ بھی فی الحقیقت اُسی کی ہے) معاوضہ میں جنت جیسی لازوال اور قیمتی چیز کو ہمارے لئے مخصوص کر دیا، جیسا کہ "بالجنۃ" کی جگہ "بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے ۔ نیم جاں بستاند و صد جاں دہد ۔ انچہ در وہمت نیاید آں دہد۔

پھر یہ نہیں کہ ہمارے جان و مال خرید لئے گئے، تو فوراً ہمارے قبضہ سے نکال لئے جائیں صرف اس قدر مطلوب ہے کہ جب موقع پیش آئے جان و مال خدا کے راستہ میں پیش کرنے کے لئے تیار رہیں۔ دینے سے بخل نہ کریں خواہ وہ لیں یا نہ لیں۔ اسی کے پاس چھوڑے رکھیں۔ اسی لئے فرمایا "یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ" یعنی مقصود خدا کی راہ میں جان و مال حاضر کر دینا ہے بعدہٗ ماریں یا مارے جائیں۔ دونوں صورتوں میں عقد بیع پورا ہو گیا اور یقینی طور پر ثمن کے مستحق ٹھہر گئے۔ ممکن ہے کسی کو وسوسہ گذرتا کہ معاملہ تو بیشک بہت سودمند اور فائدہ بخش ہے۔ لیکن ثمن نقد نہیں ملتا۔ اُس کا جواب دیا "وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ" یعنی زرثمن کے مارے جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ خدا تعالیٰ نے بہت تاکید و اہتمام سے پختہ دستاویز لکھدی ہے جس کا خلاف ناممکن ہے۔ کیا خدا سے بڑھ کر صادق القول، راستباز اور وعدہ کا پکا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا اُس کا ادھار بھی دوسروں کے نقد سے ہزاروں درجہ پختہ اور بہتر ہو گا۔ پھر مومنین کے لئے خوش ہونے اور اپنی قسمت پر نازاں ہونے کا اس سے بہتر کونسا موقع ہو گا، کہ خود رب العزت اُن کا خریدار بنے، اور اس شان سے بنے۔ سچ فرمایا عبداللہ بن رواحہ نے کہ یہ وہ بیع ہے جس کے بعد اقالت کی کوئی صورت ہم باقی رکھنا نہیں چاہتے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے ہم ناتوانوں کو ان مومنین کے زمرہ میں محشور فرمائے۔ آمین

(۱۲۷) **مومنین کی صفات۔ سائحون کا مفہوم** بعض نے "سائحون" سے مراد روزہ دار لئے ہیں۔ کیونکہ روزہ دار کھانے پینے وغیرہ لذائذ و مرغوبات سے بےتعلق ہو کر روحانی مدارج اور ملکوتی مقامات کی سیر کرتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس لفظ کا مصداق مہاجرین ہیں جو گھر بار سے بےتعلق ہو کر "دارالاسلام" میں سکونت پذیر ہوتے ہیں۔ بعض نے "مجاہدین" کا ارادہ کیا ہے کہ مجاہد اپنی جان تک سے بےتعلق ہو کر خدا کے راستہ میں قربان ہونے کے لئے نکلتا ہے۔ بعض کی رائے میں یہ لفظ طلبۂ علوم کے لئے ہے، جو وطن، کنبہ، راحت و آسائش وغیرہ سب کو خیرباد کہہ کر طلب علم کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ بہرحال مترجم محقق رحمہ اللہ نے جو ترجمہ کیا، اُس میں ان سب اقوال کی گنجائش ہے مگر اکثر سلف کے نزدیک پہلی تفسیر مختار ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شاید بےتعلق رہنے سے مراد یہ ہو کہ دنیا میں دل نہ لگائے

(۱۲۸) یعنی خود درست ہونے کے ساتھ دوسروں کو بھی درست کرتے ہیں۔ گویا اُن کا کام ہے عبادت حق، اور خیرخواہی خلق۔

(۱۲۹) یعنی نیکی بدی کی جو حدود حق تعالیٰ نے معین فرما دی ہیں، اُن سے تجاوز نہ کرے۔ خلاصہ یہ کہ بےحکم شرع کوئی قدم نہ اٹھائے۔ یہ سب صفات، اُن مومنین کی ہوئیں۔ جو جان و مال سے خدا کے ہاتھ پر بک چکے ہیں۔

(۱۳۰) **مشرک آباء کیلئے استغفار کی ممانعت** مومنین جب جان و مال سے خدا کے ہاتھ بیع ہو چکے تو ضروری ہے کہ تنہا اُسی کے ہو کر رہیں۔ اعداءُ اللہ سے جن کا دشمن خدا اور جہنمی ہونا معلوم ہو چکا ہو۔ محبت و مہربانی کا واسطہ نہ رکھیں۔ خواہ یہ دشمنانِ خدا اُن کے ماں باپ، چچا، تایا اور خاص بھائی بند ہی کیوں نہ ہوں۔ جو خدا کا باغی اور دشمن ہے وہ اُن کا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔ پس جس شخص کی بابت پتہ چل جائے کہ بالیقین دوزخی ہے۔ خواہ وحی الٰہی کے ذریعہ سے یا اس طرح کہ علانیہ کفر و شرک پر اس کو موت آ چکی ہو، اُس کے حق میں استغفار کرنا اور بخشش مانگنا ممنوع ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ آپ کے چچا ابوطالب کے حق میں اُتری۔ اور بعض نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے چاہا کہ اپنے آباء مشرکین کے لئے جو مر چکے تھے استغفار کریں۔ اِس آیت میں اُن کو منع کیا گیا۔ بہرحال شانِ نزول کچھ ہو، حکم یہ ہے کہ کفار و مشرکین کے حق میں جن کا خاتمہ کفر و شرک پر معلوم ہو جائے، استغفار جائز نہیں (تنبیہ) حضور کے والدین کے بارہ میں علمائے اسلام کے اقوال بہت مختلف ہیں۔ بعض نے اُن کو مومن و ناجی ثابت کرنے کے لئے مستقل رسائل لکھے ہیں۔ اور شراح حدیث نے محدثانہ و متکلمانہ بحثیں کی ہیں۔ احتیاط و سلامت روی کا طریقہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ زبان بند رکھی جائے۔ اور ایسے نازک مباحث میں خوض کرنے

سے احتراز کیا جائے۔ حقیقت حال کو خدا ہی جانتا ہے۔ اور وہ ہی تمام مسائل کا ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے۔

(۱۳۱) **حضرت ابراہیمؑ کا اپنے والد کے لئے استغفار** سورۂ مریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے قبولِ حق سے اعراض کیا اور ضد و عناد سے حضرت ابراہیم کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا، تو آپ نے والدین کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا "سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا" یعنی میں خدا سے تیرے لئے استغفار کرونگا اس وعدہ کے موافق آپ برابر استغفار کرتے رہے چنانچہ دوسری جگہ "وَاغْفِرْ لِاَبِيْ" فرمانے کی تصریح ہے اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ایک مشرک کی حالت شرک پر قائم رہتے ہوئے مغفرت چاہتے تھے۔ نہیں غرض یہ تھی کہ اس کو توفیق دے کہ حالت شرک سے نکل کر آغوش اسلام میں آجائے اور قبول اسلام اُس کی خطاؤں کے معاف ہونے کا سبب بنے۔ "اِنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ" ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کو قرآن میں پڑھ کر بعض صحابہ کے دلوں میں خیال آیا کہ ہم بھی اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کریں اس کا جواب حق تعالیٰ نے دیا کہ ابراہیمؑ نے وعدہ کی بناء پر صرف اس وقت تک اپنے باپ کے لئے استغفار کیا۔ جب تک یقینی طور سے یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ اُسے کفر و شرک اور خدا کی دشمنی پر مرنا ہے۔ کیونکہ مرنے سے پہلے احتمال تھا کہ توبہ کر کے مسلمان ہو جائے اور بخشا جائے۔ پھر جب کفر و شرک پر خاتمہ ہونے سے صاف کھل گیا کہ وہ حق کی دشمنی سے باز آنے والا نہ تھا، تو ابراہیم علیہ السلام اُس سے بالکلیہ بیزار ہو گئے اور دعاء و استغفار وغیرہ ترک کر دیا۔ پہلے نرم دلی اور شفقت سے دعا کرتے تھے۔ جب توبہ و رجوع کے احتمالات منقطع ہو گئے، تو آپ نے اس کی خیر خواہی سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ اور اس حادثہ کو پیغمبرانہ صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ حدیث میں ہے کہ محشر میں ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ خداوندا! تیرا وعدہ ہے کہ مجھے رسوا نہ کرے گا۔ مگر اس سے زیادہ کیا رسوائی ہو گی کہ آج میرا باپ سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے۔ اُسی وقت اُن کے باپ کی صورت مسخ ہو کر ضبع (کفتار) کی سی ہو جائے گی اور فرشتے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے شاید یہ اس لئے ہو کہ لوگ اُسے پہچان نہ سکیں۔ کیونکہ رسوائی کا دار و مدار شناخت پر ہے۔ جب شناخت نہ رہے گی کہ کیا چیز دوزخ میں پھینکی گئی۔ پھر بیٹے کی رسوائی کا کچھ مطلب نہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اور اللہ ایسا نہیں کہ گمراہ کرے کسی قوم کو جبکہ اُن کو راہ پر لا چکا جب تک کھول نہ دے اُن پر جس سے اُن کو بچنا چاہئے بیشک اللہ ہر چیز سے

عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

واقف ہے ف۱۳۲ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارا کوئی نہیں اللہ کے سوا

وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ

حمایتی اور نہ مددگار ف۱۳۳ اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی کے مشکل کی

الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

گھڑی میں ف۱۳۴ بعد اُسکے کہ قریب تھا کہ دل پھر جائیں بعضوں کے اُن میں سے پھر مہربان ہوا اُن پر بیشک وہ اُن پر مہربان ہے رحم کرنیوالا ف۱۳۵

(۱۳۲) **اللہ کی طرف سے اتمام حجت ضرور ہوتا ہے** یعنی اتمام حجت اور اظہار حق سے پہلے خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ گمراہی یہ ہے کہ جب خدا اپنے احکام صاف کھول کر بیان کر چکا، پھر امتثال نہ کیا جائے۔ گویا اشارہ کر دیا کہ جو لوگ ممانعت سے قبل مشرکین کے لئے

استغفار کر چکے ہیں اُن پر مواخذہ نہیں۔ لیکن اب اطلاع پانے کے بعد ایسا کرنا گمراہی ہے۔

(١٤٣) جب اُس کی سلطنت ہے تو اُسی کا حکم چلنا چاہئے۔ وہ علم محیط اور قدرت کاملہ سے تمہارے احکام نافذ کرے۔ بندوں کا کام ہے کہ بے خوف و خطر تعمیل کریں۔ کسی کی رو رعایت کو دخل نہ دیں۔ کیونکہ خدا کے سوا کوئی کام آنے والا نہیں۔

(١٤٤) **تبوک کے شرکاء کی فضیلت** مشکل کی گھڑی سے مراد "غزوہ تبوک" کا زمانہ ہے جس میں کئی طرح کی مشکلات جمع تھیں۔ سخت گرمی طویل مسافت کھجور کا موسم، اس زمانہ کی عظیم الشان سلطنت کے مقابلہ پر فوج کشی، پھر ظاہری بے سرو سامانی ایسی کہ ایک ایک کھجور روزانہ دو دو سپاہیوں پر تقسیم ہوتی تھی۔ اخیر میں یہ نوبت پہنچ گئی کہ بہت سے مجاہدین ایک ہی کھجور کو یکے بعد دیگرے چوس کر پانی پی لیتے تھے۔ پھر پانی کے فقدان سے اُونٹوں کی آلائش نچوڑ کر پینے کی نوبت آ گئی۔ سواری کا اتنا قحط تھا کہ دس دس آدمی ایک ایک اُونٹ پر اُترتے چڑھتے چلے جا رہے تھے۔ یہ ہی وہ جذبۂ ایثار و فداکاری تھا جس نے مٹھی بھر جماعت کو تمام دنیا کی قوموں پر غالب کر دیا۔ فللّٰہ الحمد والمنہ۔

(١٤٥) خدا کی مہربانیاں پیغمبر علیہ السّلام پر بے شمار ہیں۔ اور آپ کی برکت سے مہاجرین و انصار پر بھی حق تعالیٰ کی مخصوص توجہ اور مہربانی رہی ہے کہ اُن کو ایمان و عرفان سے مشرف فرمایا۔ اتباع نبوی، جہاد فی سبیل اللہ اور عزائم امور کے سرانجام دینے کی ہمت و توفیق بخشی۔ پھر ایسے مشکل وقت میں جبکہ بعض مومنین کے قلوب بھی مشکلات اور صعوبتوں کا ہجوم دیکھ کر ڈگمگانے لگے تھے اور قریب تھا کہ رفاقت نبوی سے پیچھے ہٹ جائیں۔ حق تعالیٰ نے دوبارہ مہربانی اور دستگیری فرمائی کہ اُن کو اس قسم کے خطرات و وساوس پر عمل کرنے سے محفوظ رکھا اور مومنین کی ہمتوں کو مضبوط اور ارادوں کو بلند کیا۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ

اور اُن تین شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا تھا ف ١٣٦ یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی اُن پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے اور تنگ ہو گئیں اُن پر

اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ

اُن کی جانیں اور سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں اللہ سے مگر اُسی کی طرف پھر مہربان ہوا اُن پر تاکہ وہ پھر آئیں بیشک اللہ ہی ہے مہربان

الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ

رحم والا ف ١٣٧ اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے ف ١٣٨ نہ چاہئے مدینہ

الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا

والوں کو اور اُن کے گرد کے گنواروں کو کہ پیچھے رہ جائیں رسول اللہ کے ساتھ سے اور نہ یہ کہ اپنی

بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ

جان کو چاہیں زیادہ رسول کی جان سے ف ١٣٩ یہ اس واسطے کہ جہاد کرنے والوں کو نہیں پہنچتی اُن کو پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ کی راہ

اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ

میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے کہ خفا ہوں کافر اور نہ چھینتے ہیں دشمن سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے اُن کے واسطے اُس کے بدلے نیک

صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾

عمل بیشک اللہ نہیں ضائع کرتا حق نیکی کرنے والوں کا ف ١٤٠

(۱۲۶) **غزوہ تبوک میں رہجانے والے تین صحابی** یہ تین شخص کعب بن مالک، ہلال بن اُمیہؓ اور مرارہ بن الربیعؓ ہیں۔ جو باوجود مومن مخلص ہونے کے محض تن آسانی اور سہل انگاری کی بناء پر بدون عذر شرعی کے تبوک کی شرکت سے محروم رہے۔ جب حضور واپس تشریف لائے تو نہ انہوں نے منافقین کی طرح جھوٹے عذر پیش کئے اور نہ بعض صحابہ کی طرح اپنے کو ستونوں سے باندھا۔ جو واقعہ تھا صاف صاف عرض کر دیا اور اپنی کوتاہی اور تقصیر کا علانیہ اعتراف کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منافقین کی طرف سے بظاہر اغماض کر کے ان کے بواطن کو خدا کے سپرد کیا گیا۔ "اصحاب سواری" کی (یعنی جو مسجد کے ستونوں سے بندھے ہوئے تھے) توبہ قبول کر لی گئی۔ اور ان تینوں کا فیصلہ تادیباً کچھ مدت کے لئے ملتوی رکھا گیا۔ پچاس دن گذرنے کے بعد اُن کی توبہ قبول ہوئی پیچھے رکھے جانے کا یہی مطلب ہے۔ جیسا کہ بخاری میں خود کعب بن مالک سے نقل کیا ہے۔

(۱۲۷) **حضرت کعبؓ بن مالک کا واقعہ** ان تین میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ نہایت شرح وبسط سے عجیب موثر طرز میں بیان فرمایا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ملاحظہ کیا جائے۔ یہاں اُس کے بعض اجزاء نقل کئے جاتے ہیں کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ تبوک کی مہم چونکہ بہت سخت اور دشوار گذار تھی، حضورؐ نے صحابہ کو عام حکم تیاری کا دیا۔ لوگ مقدور واستطاعت کے موافق سامان سفر درست کرنے میں مشغول تھے۔ مگر میں بے فکر تھا کہ جب چاہونگا فوراً تیار ہو کر ساتھ چلا جاؤنگا۔ کیونکہ بفضل ایزدی اُس وقت ہر طرح کا سامان مجھ کو میسر تھا۔ ایک چھوڑ دو سواریاں میرے پاس موجود تھیں۔ میں اسی غفلت کے نشہ میں رہا۔ اُدھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس ہزار مجاہدین اسلام کو کوچ کا حکم دیدیا۔ مجھے اب بھی یہ خیال تھا کہ حضور روانہ ہو گئے تو کیا ہے، اگلی منزل پر آپ سے جا ملونگا۔ آج چلوں کل چلوں، اسی امروز وفردا میں وقت نکل گیا۔ حضور نے تبوک پہنچ کر فرمایا "مَا فَعَلَ کَعْبُ بْنُ مَالِکٍ" (کعب بن مالک کو کیا ہوا) بنی سلمہ کا ایک شخص بولا کہ یا رسول اللہ! اُس کی عیش پسندی اور اعجاب وغرور نے نکلنے کی اجازت نہ دی۔ معاذ بن جبل نے کہا کہ تو نے بُری بات کہی۔ خدا کی قسم ہم نے اس میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ حضور یہ گفتگو سن کر خاموش رہے۔ کعب کہتے ہیں کہ آپ کی تشریف بری کے بعد بہت زیادہ وحشت اس سے ہوتی تھی کہ سارے مدینہ میں پکے منافق یا معذور مسلمان کے سوا مجھے کوئی مرد نظر نہ پڑتا تھا۔ بہرحال اب دل میں طرح طرح کے جھوٹے منصوبے گانٹھنے شروع کئے کہ آپ کی واپسی پر فلاں عذر کر کے جان بچا لونگا۔ مگر جس وقت معلوم ہوا کہ حضور خیر وعافیت سے واپس تشریف لے آئے، دل سے سارے جھوٹ فریب محو ہو گئے اور طے کر لیا کہ سچ کے سوا کوئی چیز اُس بارگاہ میں نجات دلانے والی نہیں۔ حضورؐ مسجد میں رونق افروز تھے، اصحاب کا مجمع تھا۔ منافقین جھوٹے حیلے بہانے بنا کر ظاہری گرفت سے چھوٹ رہے تھے کہ میں حضور کے سامنے آیا۔ میرے سلام کرنے پر آپ نے غضب آمیز تبسم فرمایا اور غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر اس وقت میں دنیا والوں میں سے کسی دوسرے کے سامنے ہوتا تو آپ دیکھتے کہ کس طرح زبان زوری اور چرب لسانی سے جھوٹے حیلے حوالے کر کے اپنے کو صاف بچا لیتا۔ مگر یہاں تو معاملہ ایک ایسی ذات مقدس سے ہے جسے جھوٹ بول کر اگر میں راضی بھی کر لوں تو تھوڑی دیر کے بعد خدا اُس کو سچی بات پر مطلع کر کے مجھ سے ناراض کر دے گا۔ برخلاف اس کے سچ بولنے میں گو تھوڑی دیر کے لئے آپ کی خفگی برداشت کرنی پڑیگی۔ لیکن اُمید کرتا ہوں کہ خدا کی طرف سے اُس کا انجام بہتر ہوگا۔ اور آخر کار سچ بولنا ہی مجھے خدا اور رسول کے غصہ سے نجات دلائے گا۔ یا رسول اللہ واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس غیر حاضری کا کوئی عُذر نہیں، جس وقت حضور کی ہمرکابی کے شرف سے محروم ہوا، اُس وقت سے زیادہ فراخی اور مقدرت کبھی مجھ کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ میں مجرم ہوں، آپ کو اختیار ہے جو فیصلہ چاہیں میرے حق میں دیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی۔ اچھا جاؤ اور خدائی فیصلہ کا انتظار کرو۔

تینوں صحابیوں سے معاشرتی مطالبہ میں اٹھا اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ (ہلال بن اُمیہؓ اور مرارہ بن الربیع) یہ دو شخص بھی میرے

ہی جیسے ہیں۔ ہم تینوں کے متعلق آپ نے حکم دیدیا کہ کوئی ہم سے بات نہ کرے۔ سب علیحدہ رہیں۔ چنانچہ کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا تھا نہ سلام کا جواب دیتا تھا۔ وہ دونوں تو خانہ نشین ہو گئے، شب و روز گھر میں وقف گریہ و بکار ہتے تھے۔ میں ذرا سخت اور قوی تھا مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوتا۔ حضور کو سلام کر کے دیکھتا تھا کہ جواب میں لب مبارک کو حرکت ہوئی یا نہیں۔ جب میں حضور کی طرف دیکھتا آپ میری طرف سے منہ پھیر لیتے تھے۔ مخصوص اقارب اور محبوب ترین اعزہ بھی مجھ سے بیگانہ ہو گئے تھے۔ اسی اثناء میں ایک روز ایک شخص نے بادشاہ "غسان" کا خط مجھے دیا۔ جس میں میری مصیبت پر اظہار ہمدردی کرنے کے بعد دعوت دی تھی کہ میں اُس کے ملک میں آجاؤں۔ وہاں میری بہت آؤ بھگت ہو گی۔ میں نے پڑھ کر کہا کہ یہ بھی ایک مستقل امتحان ہے۔ آخر وہ خط میں نے نذر آتش کر دیا۔ چالیس دن گذرنے کے بعد بارگاہ رسالت سے جدید حکم پہنچا کہ میں اپنی عورت سے بھی علیحدہ رہوں۔ چنانچہ اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ اپنے میکے چلی جائے اور جب تک خدا کے یہاں سے میرا کوئی فیصلہ نہ ہو وہیں ٹھہری رہے۔ سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر اسی حالت میں موت آگئی تو حضور میرا جنازہ نہ پڑھیں گے۔ اور فرض کیجئے اِن دنوں میں آپ کی وفات ہو گئی تو مسلمان ہمیشہ یہ ہی معاملہ مجھ سے رکھیں گے۔ میری میت کے قریب بھی کوئی نہ آئیگا۔ غرض پچاس دن اسی حالت میں گذرے کہ خدا کی زمین مجھ پر باوجود فراخی کے تنگ تھی بلکہ عرصہ حیات تنگ ہو گیا تھا۔ زندگی موت سے زیادہ سخت معلوم ہوتی تھی۔ کہ یکایک جبل سلع سے آواز آئی "یا کعب بن مالک! ابشر" (اے کعب بن مالک خوش ہو جا) میں سنتے ہی سجدہ میں گر پڑا۔ معلوم ہوا کہ اخیر شب میں حق تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ ہماری توبہ قبول ہے آپ نے بعد نماز فجر صحابہ کو مطلع فرمایا۔ ایک سوار میری طرف دوڑا کہ بشارت سنائے۔ مگر دوسرے شخص نے پہاڑ پر زور سے للکارا۔ اُس کی آواز سوار سے پہلے پہنچی اور میں نے اپنے بدن کے کپڑے اُتار کر آواز لگانے والے کو دیئے۔ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لوگ جوق جوق آتے اور مجھے مبارکباد دیتے تھے۔ مہاجرین میں سے حضرت طلحہ نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا۔ حضور کا چہرہ خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا، خدا نے تیری توبہ قبول فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ اس توبہ کا تتمہ یہ ہے کہ اپنا کل مال و جائداد خدا کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ سب نہیں، کچھ اپنے لئے روکنا چاہئے۔ چنانچہ میں نے خیبر کا حصہ الگ کر کے باقی مال صدقہ کر دیا۔ چونکہ محض سچ بولنے سے مجھ کو نجات ملی تھی، اس لئے عہد کیا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، آئندہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔ اس عہد کے بعد بڑے سخت امتحانات پیش آئے۔ مگر الحمد للہ میں سچ کہنے سے کبھی نہیں ہٹا۔ اور نہ انشاء اللہ تازیست ہٹونگا۔ یہ واقعہ ہے جس کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ گویا ان تینوں پر خدا کی پہلی مہربانی تو یہ ہی تھی کہ ایمان و اخلاص بخشا، نفاق سے بچایا۔ اب نئی مہربانی یہ ہوئی کہ توبہ نصوح کی توفیق دے کر پھر اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور کوتاہیوں کو معاف فرما دیا۔

(۱۲۸) **سچوں کی صحبت** یعنی سچوں کی صحبت رکھو اور اُنہی جیسے کام کرو۔ دیکھ لو یہ تین شخص سچ کی بدولت بخشے گئے اور مقبول ٹھہرے منافقین نے جھوٹ بولا اور خدا کا ڈر دل سے نکال دیا تو "درک اسفل" کے مستحق بنے۔

(۱۲۹) **حضرت ابوخیثمہ کا واقعہ** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تکلیفیں اُٹھائیں اور ہم آرام سے بیٹھے رہیں، ایسا نہیں چاہئے حدیث میں ہے کہ ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ بھی غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ حضور کی روانگی کے بعد باغ میں گئے وہاں خوشگوار سایہ تھا، حسین و جمیل بیوی سامنے تھی، اُس نے پانی چھڑک کر زمین کو خوب ٹھنڈا کر دیا، چٹائی کا فرش کیا۔ تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے، اور سرد و شیریں پانی حاضر کیا۔ یہ سامان عیش دیکھ کر دفعتہً ابوخیثمہ کے دل میں ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ بولے تف ہے اس زندگی پر کہ میں تو خوشگوار سائے، ٹھنڈے پانی اور باغ و بہار کے مزے لوٹ رہا ہوں، اور خدا کا محبوب پیغمبر ایسی سخت لو اور گرمی و تشنگی کے عالم میں کوہ و بیابان طے کر رہا ہے۔ یہ خیال آتے ہی سواری منگائی، تلوار حمائل کی، نیزہ سنبھالا اور حضور کے نقش قدم پر چل نکلے۔ اُونٹنی

تیز ہوا کی طرح چل رہی تھی، آخر لشکر کو جا پکڑا۔ حضور نے دور سے دیکھ کر کہ کوئی اُونٹنی سوار ریت کے ٹیلے قطع کرتا چلا آ رہا ہے، فرمایا کُنْ اَبَا خَیْثَمَہ (ہو جا ابو خیثمہ) تھوڑی دیر میں سب نے دیکھ لیا کہ وہ ابو خیثمہ ہی تھے۔ رضی اللہ عنہ وعن سائر الصحابۃ ورضوا عنہ۔

(۱۴۰) یعنی باوجودیکہ ان میں سے اکثر چیزیں (مثلاً بھوک، پیاس لگنا، یا تکلیف پہنچنا) اختیاری کام نہیں ہیں، تاہم نیت جہاد کی برکت سے ان غیر اختیاری چیزوں کے مقابلہ میں اعمال صالحہ اُن کی فرد حسنات میں درج کر دیئے جائیں گے جن پر خدا اجر نیک مرحمت فرمائیگا۔

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ

اور نہ خرچ کرتے ہیں کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا اور نہ طے کرتے ہیں کوئی میدان مگر لکھ لیا جاتا ہے انکے واسطے ف ۱۴۱ تاکہ بدلا دے ان

اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ

کو اللہ بہتر اُس کام کا جو کرتے تھے ف ۱۴۲ اور ایسے تو نہیں مسلمان کہ کوچ کریں سارے سو کیوں نہ نکلا ہر

كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ

فرقہ میں سے اُن کا ایک حصّہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جب کہ لوٹ کر آئیں اُن کی طرف تاکہ وہ

يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَ ع ۱۵ ۳

بچتے رہیں ف ۱۴۳ اے ایمان والو لڑتے جاؤ اپنے نزدیک کے کافروں سے ف ۱۴۴ اور چاہیئے کہ اُن پر معلوم ہو تمہارے اندر سختی ف ۱۴۵ اور

اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ الربع

جانو کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والوں کے ف ۱۴۶ اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت تو بعضے اُن میں کہتے ہیں کس کا تم میں سے زیادہ کر دیا

هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِىْ

اس سورت نے ایمان سو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اُن کا زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان اور وہ خوش وقت ہوتے ہیں اور جن کے دل

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

میں مرض ہے سو اُنکے لیئے بڑھا دی گندگی پر گندگی اور وہ مرنے تک کافر ہی رہے ف ۱۴۷

(۱۴۱) خرچ کرنا یا میدان طے کرنا، خود عمل صالح اور اختیاری افعال ہیں۔ اسی لیئے یہاں "اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ" فرمایا۔ گذشتہ آیت کی طرح "اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ" نہیں ارشاد ہوا۔ نبہ علیہ ابن کثیرؒ۔

(۱۴۲) یعنی بہترین عمل کی بہترین جزا دے گا۔

(۱۴۳) گذشتہ رکوعات میں "جہاد" میں نکلنے کی فضیلت اور نہ نکلنے پر ملامت تھی۔ ممکن تھا کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ ہمیشہ ہر جہاد میں تمام مسلمانوں پر نکلنا فرض عین ہے، اس آیت میں فرما دیا کہ نہ ہمیشہ یہ ضروری ہے، نہ مصلحت ہے کہ سب مسلمان ایک دم جہاد کے لیئے نکل کھڑے ہوں مناسب یہ ہے کہ ہر قبیلہ اور قوم میں سے ایک جماعت نکلے، باقی لوگ دوسری ضروریات میں مشغول ہوں۔ اب اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس جہاد کے لیئے تشریف لے جا رہے ہوں تو ہر قوم میں سے جو جماعت آپ کے ہمراہ نکلے گی وہ حضور کی صحبت میں رہ کر اور سیکڑوں حوادث و واقعات میں سے گذر کر دین اور احکام دینیہ کی سمجھ حاصل کرے گی اور واپس آ کر اپنی باقی ماندہ قوم کو مزید علم و تجربہ کی بناء پر بھلے

بُرے سے آگاہ کرے گی اور فرض کیجئے اگر حضور خود مدینہ میں رونق افروز ہے تو باقیماندہ لوگ جو جہاد میں نہیں گئے حضور کی خدمت سے مستفید ہو کر دین کی باتیں سیکھیں گے۔ اور مجاہدین کی غیبت میں جو وحی و معرفت کی باتیں سنیں گے اُن سے واپسی کے بعد مجاہدین کو خبردار کریں گے۔ آیت کے الفاظ میں عربی ترکیب کے اعتبار سے دونوں احتمال ہیں۔ کما فی "روح المعانی" وغیرہ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ہر قوم میں سے چاہیئے بعضے لوگ پیغمبر کی صحبت میں رہیں تا علم دین سیکھیں اور پچھلوں کو سکھائیں۔ اب پیغمبر اس دنیا میں موجود نہیں لیکن علم دین اور علماء موجود ہیں۔ طلب علم فرض کفایہ ہے اور جہاد بھی فرض کفایہ ہے۔ البتہ اگر کسی وقت امام کی طرف سے نفیر عام ہو جائے تو "فرض عین" ہو جاتا ہے۔ تبوک میں یہ ہی صورت تھی اس لئے پیچھے رہنے والوں سے باز پرس ہوئی۔ واللہ اعلم۔ ابو حیان کے نزدیک یہ آیت جہاد کے لئے نہیں، طلب علم کے بارہ میں ہے۔ جہاد اور طلب علم کی آیات میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں خروج فی سبیل اللہ ہے اور دونوں کی غرض احیاء و اعلائے دین ہے۔ ایک میں تلوار سے دوسرے میں زبان وغیرہ سے۔

(۱۴۴) **حصول علم کی ضرورت و اہمیت** جہاد فرض کفایہ ہے جو ترتیب طبعی کے موافق اوّل اُن کفار سے ہونا چاہیئے جو مسلمانوں سے قریب تر ہوں بعدہٗ اُن کے قریب رہنے والوں سے اسی طرح درجہ بدرجہ حلقہ جہاد کو وسیع کرنا چاہیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے جہاد اسی ترتیب سے ہوئے "دفاعی جہاد" میں بھی فقہاء نے یہ ہی ترتیب رکھی ہے کہ جس اسلامی ملک پر کفار حملہ آور ہوں، وہاں کے مسلمانوں پر دفاع واجب ہے اگر وہ کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو اُن کے متصل رہنے والوں پر۔ وہ کافی نہ ہوں تو پھر جو اُن سے متصل ہیں۔ اسی طرح اگر ضرورت پڑے تو درجہ بدرجہ مشرق سے مغرب تک جہاد فرض ہوتا چلا جائیگا۔

(۱۴۵) **دشمن کے مقابلے میں سختی** مومن کی شان یہ ہے کہ اپنے بھائی کے حق میں نرم اور دشمنانِ خدا و رسول کے معاملہ میں سخت و شدید ہو۔ تاکہ اُس کی نرمی اور ڈھیلا پن دیکھ کر دشمن جری نہ ہو جائے۔ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (مائدہ۔ رکوع ۸) وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح رکوع ۴) جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (توبہ رکوع ۱۰) وفی الحدیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا الضَّحُوكُ القَتَّال۔

(۱۴۶) **تقویٰ غلبہ کا سبب ہے** یعنی خدا سے ڈرنے والے کو کسی کافر قوم سے ڈرنے اور دبنے کی کوئی وجہ نہیں جب تک اور جس قدر مسلمان خدا سے ڈرتے رہے اُسی وقت تک اور اُسی قدر اُن کو کفار پر غلبہ حاصل ہوتا رہا۔ حق تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنا ڈر پیدا کر دے۔

(۱۴۷) **مسلمانوں سے منافقین کا استہزاء** جب کوئی سورۃ قرآنی نازل ہوتی تو منافقین آپس میں ایک دوسرے سے یا بعض سادہ دل مسلمانوں سے ازراہ استہزاء و تمسخر کہتے کہ کہیوں صاحب تم میں سے کس کس کا ایمان اس سورت نے بڑھایا۔ مطلب یہ تھا کہ (معاذ اللہ) اس سورت میں رکھا ہی کیا ہے۔ کون سے حقائق و معارف ہیں جو ایمان و یقین کی ترقی کا موجب ہوں۔ حق تعالیٰ نے جواب دیا کہ بیشک کلام الٰہی سُن کر مومنین کے ایمان میں تازگی اور ترقی ہوتی ہے قلوب مسرور و منشرح ہوتے ہیں۔ ہاں جن کے دلوں میں کفر و نفاق کی بیماری اور گندگی ہے اُن کی بیماری و گندگی میں اضافہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ یہ بیماری اُن کی جان ہی لے کر چھوڑتی ہے ؎ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ۔۔ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے دوسری طرح آیت کی تقریر کی ہے یعنی کلام الٰہی جس مسلمان کے دل کے خطرہ سے موافق پڑتا وہ خوش ہو کر بول اُٹھتا کہ سبحان اللہ۔ اس آیت نے میرا ایمان و یقین اور زیادہ کر دیا۔ اسی طرح جب کسی سورت میں منافقین کے پوشیدہ عیوب ظاہر کئے جاتے، تو وہ بھی شرمندگی سے کھسیانے ہو کر کہتے کہ بیشک اس کلام نے ہمارے یقین و ایمان کو بڑھا دیا۔ لیکن یہ کہنا چونکہ خوشی اور انشراح سے نہ تھا، محض رفع خجالت کے لئے کہہ دیتے تھے اس لئے یہ توفیق نہ ہوتی تھی کہ آئندہ توبہ کر کے سچے دل سے حق کی پیروی کریں۔ بلکہ پہلے سے زیادہ اپنے عیب چھپانے کی فکر و تدبیر کرتے تھے یہ ہی ہے

گندگی پر گندگی۔ عیب دار کو لازم ہے کہ نصیحت سُن کر اپنی اصلاح کرے نہ یہ کہ اُلٹا ناصح سے چھپانے لگے۔

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ

کیا نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر برس میں ایک بار یا دو بار پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ

يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۲۶﴾ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ

نصیحت پکڑتے ہیں ف ۱۴۸ اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت تو دیکھنے لگتا ہے اُن میں ایک دوسرے کی طرف کہ کیا دیکھتا ہے تم کو کوئی مسلمان پھر

انصَرَفُوا ۚ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ

چل دیتے ہیں ف ۱۴۹ پھیر دیے ہیں اللہ نے دل اُن کے اس واسطے کہ وہ لوگ ہیں کہ سمجھ نہیں رکھتے ف ۱۵۰ آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں کا ف ۱۵۱

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ

بھاری ہے اُس پر جو تم کو تکلیف پہنچے ف ۱۵۲ حریص ہے تمہاری بھلائی پر ف ۱۵۳ ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان ہے ف ۱۵۴ پھر بھی اگر منہ پھیریں تو کہہ دے کہ

حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۶ / ۵

کافی ہے مجھ کو اللہ کسی کی بندگی نہیں اُس کے سوا اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا ف ۱۵۵

(۱۴۸) **اللہ کی طرف سے منافقین کی آزمائش** یعنی ہر سال کم از کم ایک دو مرتبہ ان منافقین کو فتنہ اور آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ مثلاً قحط، بیماری وغیرہ کسی آفت ارضی و سماوی میں مبتلا ہوتے ہیں یا پیغمبر علیہ السلام کی زبانی اُن کا نفاق علانیہ ظاہر کر کے رسوا کیا جاتا ہے یا جنگ و جہاد کے وقت اُن کی بزدلی اور تیرہ باطنی بے نقاب کر دی جاتی ہے مگر وہ ایسے بےحیا اور بدباطن واقع ہوئے ہیں کہ تازیانے کھا کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے نہ پچھلی خطاؤں سے توبہ کرتے ہیں نہ آئندہ کو نصیحت پکڑتے ہیں۔

(۱۴۹) جس وقت وحی نازل ہوتی اور منافقین مجلس میں موجود ہوتے تو کلام الٰہی کا سُننا اُن پر بہت شاق گذرتا تھا خصوصاً وہ آیات جن میں اُن کے عیوب کھولے جاتے تھے۔ اُس وقت ایک دوسرے کی طرف کن انکھیوں سے اشارے کرتے اور اِدھر اُدھر دیکھتے کہ مجلس میں کسی مسلمان نے ہم کو پرکھا نہ ہو۔ پھر نظر بچا کر شتاب مجلس سے کھسک جاتے تھے۔

(۱۵۰) یعنی مجلس نبوی سے کیا پھرے۔ خدا نے اُن کے دلوں کو پھیر دیا کہ وہ اپنی جہل و حماقت سے ایمان و عرفان کی باتوں کو سمجھنا اور قبول کرنا نہیں چاہتے۔

(۱۵۱) **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات** جس کے حسب نسب، اخلاق و اطوار، اور دیانت و امانت سے تم خوب واقف ہو۔

(۱۵۲) جس چیز سے تم کو تکلیف یا سختی پہنچے وہ اُن پر بہت بھاری ہے۔ ہر ممکن طریقہ سے آپ یہی چاہتے ہیں کہ اُمت پر آسانی ہو اور دنیوی و اُخروی عذاب سے محفوظ رہے۔ اسی لئے جو دین آپ لائے وہ بھی سہل اور نرم ہے۔ اور عمال کو آپ یہی نصیحت فرماتے تھے "یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا" (آسانی کرو سختی مت کرو)۔

(۱۵۳) یعنی تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ اُن کے دل میں ہے۔ لوگ دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں، آپ اُن کی کمریں پکڑ پکڑ کر اُدھر سے ہٹاتے ہیں۔ آپ کی بڑی کوشش اور آرزو یہ ہے کہ خدا کے بندے اصلی بھلائی اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ جہاد وغیرہ کا مقصد بھی خونریزی نہیں بلکہ بحالت مجبوری سخت آپریشن کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کے فاسد و مسموم اعضاء کو کاٹ کر اور خراب جراثیم کو تباہ

کر کے اُمّت کے مزاج عمومی کو صحت و اعتدال پر رکھنا ہے۔

(۱۵۴) جب آپ تمام جہان کے اس قدر خیر خواہ ہیں تو خاص ایمانداروں کے حال پر ظاہر ہے کس قدر شفیق و مہربان ہونگے۔

(۱۵۵) **اس آیت کی فضیلت** اگر آپ کی عظیم الشان شفقت، خیر خواہی اور دل سوزی کی لوگ قدر نہ کریں، تو کچھ پروا نہیں۔ اگر فرض کیجئے۔ ساری دنیا آپ سے منہ پھیر لے تو تنہا خدا آپ کو کافی ہے جس کے سوا نہ کسی کی بندگی ہے نہ کسی پر بھروسہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ زمین و آسمان کی سلطنت اور "عرش عظیم" (تخت شہنشاہی کا) مالک وہ ہی ہے۔ سب نفع و ضرر، ہدایت و ضلالت اُسی کے ہاتھ میں ہے۔

فائدہ ابوداؤد میں ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ جو شخص صبح و شام سات سات مرتبہ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ پڑھا کرے، خدا اُس کے تمام ہموم و غموم کو کافی ہو جائیگا۔ باقی عرش کی عظمت کے متعلق اگر تفصیل دیکھنا ہو تو "روح المعانی" میں زیر آیت حاضرہ ملاحظہ کیجئے۔ تم سورۃ التوبہ بفضل اللہ و حسن توفیقہ۔ اللّٰھم تب علی واجعل لی براءۃ من النار انک انت التواب الرحیم۔

